بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیاد گار: امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا دینی، علمی، اصلاحی و ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر

دسمبر ۲۰۱۵

جلد نمبر ۱۷

شمارہ نمبر ۵

سلسلہ نمبر ۱۶۹

اشتراک وتعاون

اندرونِ ملک:

فی شمارہ -/15 سالانہ -/150

خصوصی -/1000

تاحیات -/10000

بیرونِ ملک:

سالانہ: 20 امریکی ڈالر

خصوصی: 100 امریکی ڈالر

تاحیات: 500 امریکی ڈالر

شائع کردہ

جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند

عقب عیدگاہ، دیوبند 247554 (یوپی)

فون آفس: 01336-220471 فون وفیکس (مدیر) 01336-222471-223371

موبائل (مدیر): 09412496763-08006075484

ای میل: jimask94@gmail.com, ahmadanzarshah@gmail.com

ورق ورق

❁ .... ❁ .... ❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصریات

✤ سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

خداوند قدوس کے انعامات کا نزول ہر وقت جاری ہے اور اس کی نعمتیں بندگانِ خدا پر ہر لمحہ اترتی رہتی ہیں، یہ نعمتیں مختلف صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں، بسا اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو احساس بھی نہیں ہو پاتا کہ رب العزت نے کس ساعت اس پر اپنا انعام کیا اور کب اسے رحمت سے نوازا اور بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی نعمت عمومی اور اجتماعی ہوتی ہے کہ قوموں اور افراد اور عالم پر اترتی اور برستی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود بھی کل عالم کے لیے رحمت ہے اور یہ ایک ایسی رحمت اور نعمت ہے جو دو چار سال، سو پچاس سال، یا ہزار سال پر محیط نہیں ہے بلکہ جب سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اس کے بعد سے قیامت تک آپ رحمۃ للعالمین ہیں آپ کی آمد ایک آخری رسول اور پیغمبر کی صورت میں ہوئی اس لیے تمام نعمتوں کا اتمام بھی آپ کے ذریعہ کر دیا گیا۔ سچے دین سے زیادہ بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے ایک کامل ومکمل دین اور لانے والی شخصیت عظیم اور برگزیدہ، اللہ رب العزت نے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم کی بھلائی اور ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اس عمل کو آپ سے قبل بھی بے شمار نبیوں اور رسولوں نے انجام دیا اور سب اپنے اپنے وقت میں اپنے اپنے مخاطبین کو یہ پیغام پہنچا کر دنیا سے رخصت ہو گئے ان سب انبیاء ورسل کی تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ یہ تھا کہ اللہ رب العزت ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی ساجھی نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی مثیل نہیں، وہ قادر مطلق ہے، خالق کائنات ہے، ہر جگہ اسی کا اقتدار ہے، عزت صرف اسی کے لیے ہے، وہی پیدا کرتا ہے، وہی مارتا ہے اور پھر وہی جلائے گا۔ سرفراز کرنے والا وہی ہے، ذلتوں سے وہی دوچار کرتا ہے، اسی پیغام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری شکل میں پہنچایا اور دین کے کسی گوشے کو تشنہ اور ادھورا نہیں چھوڑا گیا۔ ان کا کردار مثالی تھا، ان کا اخلاق بلند وبالا تھا، ان کے معاملات بے نظیر تھے، ان کی زندگی سرتاپا رشک ہی رشک تھی، دنیا نے جب ان کی حیاتِ طیبہ کو اپنی زندگی کے لیے لازمی قرار دیا تو چاروں طرف ایمان کی، امن کی، انسانیت کی، عزت کی، عظمت کی، ہوائیں چلنے لگیں، آج بھی اگر دنیا کو اور اس دنیا میں بسنے والے انسانوں کو امن کی، سلامتی کی، بقا کی تلاش ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں موجود اور اسلامی

تعلیمات میں محفوظ ہے مسلمان اگر اپنے نبی کی زندگی کو اختیار کریں، سنتوں کو زندہ کریں، اور انہی جذبات کے ساتھ صبح و شام کریں جو جذبات ان سے مطلوب ہیں تو یقیناً ان کے لیے آج بھی سرفرازی اور سربلندی کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

✦……✦……✦

اسلام کے خلاف کیا کچھ نہیں ہوا اور کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے جس طرف نگاہ اٹھایئے اسلام پر یلغار کرنے والے دکھائی دیتے ہیں، یہ ایک دو روز کی کہانی نہیں صدیوں کا قصہ ہے اور عجیب معاملہ ہے کہ اس دورِ تہذیب میں بھی اسلام دشمنی میں کمی تو کیا آتی اور اضافہ ہوا ہے جب معلومات کے دروازے کھلتے ہیں اور جہل کے پردے چاک ہوتے ہیں تو یہ امید کی جاتی ہے کہ معلومات کی روشنی میں اور حقائق کے تناظر میں واقعات، احوال اور تاریخ کو سمجھنے کے راستے آسان ہوں گے، مگر تمام ذرائع معلومات سامنے ہونے کے باوجود اسلام دشمنی کا پارہ چڑھ رہا ہے۔ اس ملک میں جو امن وآشتی کا گہوارہ تھا یہاں بھی ایسے عناصر پھل پھول رہے ہیں جو وقتاً فوقتاً اپنی نفرتوں کا اظہار مختلف پیرائے میں کرتے ہیں مسلمانوں کو روحانی، ذہنی اور قلبی تکلیف میں مبتلا کرنا اور اذیتوں سے گزارنا ان نفرتوں کے تاجروں کا بنیادی اور آسان کھیل ہے۔ جب ان کا دل چاہتا ہے اسلام کو ہدف بناتے ہیں، قرآن پر نشانہ سادھتے ہیں اور جب جنون اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہیں، کتنا بڑا المیہ ہے اور کتنی افسوسناک صورت حال ہے کہ تاریخ عالم جس ہستی کی نظیر پیش کرنے میں اپنے آپ کو بے دست و پا دیکھتی ہے اور جس کی تعریف میں اصحابِ قلم رطب اللسان اور اپنے وغیر مدح خواں ہیں، ان کے بارے میں ایسی رکیک گفتگو اور انتہائی سطحی تبصرے کہ روح تک کانپ اٹھتی ہے گزشتہ دنوں پھر ایک بدبخت نے اپنی شقاوت اور بدترین انجام سے دوچار ہونے کا ثبوت پیش کیا اور اس کا خبثِ باطنی اس طرح ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی گندی زبان سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور ان تمام حدود کو پار کر گیا جس کی کسی آدم زاد سے امید نہیں ہوتی اس کا معاملہ غالب کی زبان میں بالکل ایسے ہی ہوا ؏

زباں بگڑی تو بگڑی تھی، خبر لیجئے دہن بگڑا

شدت پسند تنظیم اکھل بھارتیہ ہندو مہا سبھا کی ورکنگ کمیٹی کے صدر کملیش تیواری نے جس ہذیان سرائی کا مظاہرہ کیا اس کو دہرانے پر نہ قلم قادر اور نہ زبان میں طاقت۔ ظالم نے کیا کیا کچھ الزامات نہیں لگائے اور مقدس ترین انسان کے آسمان کی بلندیوں سے بات کرتے ہوئے کردار و عمل پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی جو اس بدباطن کے بھیانک انجام کا پتہ دیتی ہے۔ کملیش تیواری یا اسی قبیل کے لوگ نفرت، بغض اور اسلام دشمنی میں اتنا آگے

چلے جاتے ہیں کہ انھیں یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ وہ جس ذاتِ بابرکت پر بہتان باندھ رہے ہیں، وہ ایک اعلیٰ مذہب کے پیامبر اور دنیائے انسانیت کے سب سے عظیم انسان ہیں، پھر ان کے ماننے والوں، ان کی چوکھٹ پر عقیدتوں کے سر جھکانے والوں اور ان کی ذاتِ باعظمت سے روحانی اور قلبی تعلق رکھنے والوں کی بڑی تعداد اس عالم میں اور خود ہندوستان میں موجود ہے۔ ان کے دلوں پر کیا گزرتی ہوگی اور ان کی روح کس کرب میں سے دوچار ہوتی ہوگی۔ مسلمانوں نے کبھی دوسرے مذاہب کے پیشواؤں پر انگلی نہیں اٹھائی، کبھی ان کی عزتوں کے ساتھ کھلواڑ نہیں کیا اور نہ کبھی ان کی ذات سے ایسی بات منسوب کی جو اس پیشوا کے ماننے والوں کے لیے اذیت کا موجب ہو، ہمیں یاد ہے کہ مرحوم ایم ایف حسین جیسی آرٹ کی دنیا کی مشہور و معروف شخصیت سے ایک غلطی ہوئی کہ انھوں نے ہندو دیوی دیوتاؤں کی برہنہ تصویریں بناڈالیں، چاروں طرف سے ان کی مذمت ہوئی اور وہ ملک بدر ہوئے، ملک بدری میں ہی ان کی موت ہوگئی لیکن کسی مسلمان نے ان کے اس عمل کی تحسین نہیں کی۔ کہیں سے یہ آواز نہیں آئی کہ فدا حسین کے ساتھ یہ زیادتی اور ظلم کیوں؟ جب کہ اسی ملک میں ہزاروں گستاخانِ رسول دندناتے پھر رہے ہیں اور قانون ان کا کچھ نہیں بگاڑ پار ہا انھیں گستاخوں میں اب کملیش تیواری کا اضافہ ہوگیا ہے، مسلمان پُر امن احتجاج کی راہ پر چل پڑے ہیں، ملک کے مختلف حصوں میں احتجاجی جلسے منعقد ہو رہے ہیں، جس کا اتنا اثر تو ہوا کہ کملیش تیواری کو گرفتار کرلیا گیا مگر سوال یہ ہے کہ کیا کملیش تیواری کی گرفتاری سے یہ سلسلہ بند ہو جائے گا، اس سلسلے کو بند کرنے اور ملک میں نفرت و دشمنی کا ماحول پیدا کرنے والوں کے خلاف جب تک سخت قانون نہیں بنے گا تب تک ایسے دریدہ دہن اور ذلیل فطرت انسان نما جانور زبانیں کھولتے رہیں گے اور اپنی بدفطرتی کا مظاہرہ کرتے رہیں گے۔

ایک طرف عدمِ رواداری کا بدترین مظاہرہ ہو رہا تھا، ہندوتو کے ہمنوا ملک میں نفرت کا زہر پھیلانے میں مصروف تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ پورے ملک کو شدت پسندوں، نفرت کے بیوپاریوں اور انتہا پسند ہندو تنظیموں نے اغوا کرلیا ہے، ایک خوف تھا اور ہراس کا ماحول تھا، چاروں طرف سے ایسی آوازیں سننے کو مل رہی تھیں کہ اب اس ملک میں سیکولرزم کا خدا ہی حافظ ہے اور یہ ملک ہندوراشٹر کی شکل اختیار کرنے میں زیادہ وقت نہیں لے گا، ساکشی مہاراج، سادھوی پراچی، سنگیت سوم، آدتیہ ناتھ وغیرہ کی زبانیں زہر اگل رہی تھیں، اور جو زبان اس زہر کا تریاق بن سکتی تھی وہ گم تھی، ہمارے وزیر اعظم نے ملک میں برپا ہونے والے ان حادثات، واقعات پر نہ بولنے کی جیسے قسم کھا رکھی تھی، ایک لفظ بھی تو ان سب کی مذمت میں ان کی زبان سے نہ نکلا سیکولرزم پر یقین رکھنے والے

مایوس ہورہے تھے، اور رواداری انسانیت اور ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب پر اعتماد کرنے والے ادیب، صحافی، شاعر، قلم کار دھڑا دھڑ ایوارڈ لوٹا رہے تھے مگر ان کو بھی ارون جیٹلی وغیرہ یہ کہہ کر بے حیثیت بنانے کی کوششوں میں مصروف تھے کہ یہ سب لوگ کانگریس کی سوچ اور ذہن رکھنے والے لوگ ہیں۔ اور بلا وجہ حکومت کے خلاف محاذ بنا رہے ہیں، ایسے میں بہار کے الیکشن پر سب کی نگاہیں ٹکی ہوئی تھیں اور سب اس الیکشن کے انتخابی نتائج کے منتظر تھے ہمارے وزیر اعظم اور ان کی پارٹی اور کابینہ کے اعلیٰ عہدے دار اور ذمہ دار بہار میں ڈیرا ڈال چکے تھے وزیر اعظم نے ریکارڈ توڑ ریلیاں کیں اور نفرت کا ماحول گرمانے میں سب ہی بھاجپا کے لوگوں نے اپنی ہمتوں سے بڑھ کر حصہ لیا، یاد ہوگا کہ جب اڈوانی کی رتھ یاترا پورے ملک میں آگ لگا رہی تھی اور جس ریاست سے ان کا رتھ گزرتا وہاں آگ وخون کا کھیل شروع ہوجاتا اس نفرت خیز رتھ کو اگر کسی نے روکا تو وہ ریاستِ بہار تھی، جہاں اس وقت لالو پرشاد یادو کا ڈنکا بج رہا تھا انھوں نے ہی یہ ہمت دکھائی اڈوانی اس کے بعد دوبارہ رتھ پر سوار نہ ہوسکے بلکہ اتنے بے حیثیت ہوئے کہ اب ان کی اپنوں میں بھی کوئی پوچھ نہیں۔ اس بار بھی بہار نے نفرت کے اس ماحول کو اطمینان اور راحت کے ماحول میں بدلنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ بلکہ پورے ملک کو ایک نئی سمت، نئی سوچ اور نئی فکر سے آشنا کیا ہے۔ اور ایک نیا لائحہ عمل پیش کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ لالو پرشاد یادو، نتیش کمار اور کانگریس نے مثالی کامیابی حاصل کی اور الیکشن میں بھاجپا کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ عظیم اتحاد نے کامیابی کا جو پیغام دیا ہے اور سیاست کی دنیا میں جو نئی روح پھونکی ہے اور جو فارمولہ پیش کیا ہے اس سے دیگر ریاستوں میں بھی کام لیا جاسکتا اور اس تجربہ کو مختلف ریاستوں میں ہونے والے الیکشن میں دہرایا جاسکتا ہے۔ بہار کے اس انتخاب میں ایک انتہائی تکلیف دہ اور افسوس ناک بات یہ بھی سامنے آئی کہ ملائم سنگھ یادو جو اس عظیم اتحاد کے بڑوں میں سمجھے جاتے تھے انھوں نے نہ معلوم کن وجوہات اور اسباب کی بنا پر اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور تنہا بہار میں الیکشن لڑا جس کے نتائج تو وہی آئے جو آنے چاہئیں تھے یعنی ان کے تمام امیدواروں کی ضمانت ضبط ہوگئی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ کون سی سیاست تھی اور کیا مصلحت تھی یا کون سا خوف اور دباؤ تھا جس نے ملائم سنگھ کو یہ قدم اٹھانے پر مجبور کیا۔ بہر حال سیکولرزم پر یقین رکھنے والے بہار کے عوام، لالو پرشاد یادو، نتیش کمار اور کانگریس مبارک باد کے مستحق ہیں۔

❁……✦……❁

آیت ’’قد غفر اللّٰہ لک‘‘ کی فاضلانہ تحقیق

❖ **افادات** : امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

❖ **مرتب** : فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیریؒ

فرمایا: کہ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ ’’قَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ‘‘ اس پر ایک بحث چھڑ گئی کہ صغائر و کبائر کا انبیاء سے صدور قبل النبوۃ سہواً یا عمداً ممکن ہے کہ نہیں؟ حافظ زین الدین العراقی نے لکھا کہ انبیاء علیہم السلام نبوت کے بعد ارداتاً کبائر کے ارتکاب سے محفوظ ہیں اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

لیکن کیا بعد النبوۃ سہواً صغیرہ کا ارتکاب ہوسکتا ہے؟ ابو اسحاق اسفرائنی اور قاضی عیاض انکار کرتے ہیں۔ تقی الدین سبکی امکان مانتے ہیں تفتازانی نے لکھا کہ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے۔ کفر سے قبل نبوت کے بعد سہواً وارادتاً ہر طرح محفوظ ہیں، لیکن ماترید یہ اس کے قائل نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ آیت میں جس ’’ذنب‘‘ کا ذکر ہے، اس سے معصیت مراد نہیں۔ معصیت عدول حکمی، عدم اطاعت اور حکم کی مخالفت ہے۔ اسے آپ نافرمانی کہئے یہ بہت خطرناک ہے، خطا صواب کے مقابل ہے، اسے ہم نادرست کہہ سکتے ہیں۔ رہ گیا ذنب تو وہ سب سے ہلکی چیز ہے، جسے آپ عیب کہہ سکتے ہیں، لہٰذا جو بحث یہاں صغائر و کبائر کی چھڑ گئی وہ بے محل ہے۔ آیت میں نہ معصیت کا ذکر ہے، نہ خطا کا؛ بلکہ ذنب کا تذکرہ آیا ہے۔ نظیف الطبع اپنے پاکیزہ لباس پر ہلکا سا دھبہ بھی برداشت نہیں کر پاتا۔ انبیاء خصوصاً رسول اکرم ﷺ اپنے دامن عبدیت پر ہلکا سا عیب بھی برداشت نہیں فرما رہے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ نہ تو آپ ﷺ سے معصیت سرزد ہوئی، نہ خطا کا ارتکاب بلکہ جن امور کو آپ اپنی رفیع شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور ان کا تصور آپ کو بے چین کئے ہوئے ہے، آپ کے اطمینان خاطر کے لئے اطلاع ہے کہ ہم نے انہیں بھی معاف کیا۔

فرمایا: کہ یہ سوال باقی رہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو سب ہی مغفور ہیں، پھر مغفرت کی اطلاع صرف آپ کو کیوں دی گئی؟ دوسرا اشکال یہ ہے کہ مغفرت، ذنب کا وجود پہلے چاہتی ہے کہ پہلے کوئی ذنب ہو، جب ہی تو مغفرت ہوئی۔ پہلے اشکال کا حل یہ ہے کہ مغفور تو تمام انبیاء ہیں، اس میں پیغمبر صاحب کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اگر ہے تو مغفرت کے اعلان کے سلسلے میں مصلحت۔ اس میں یہ ہے کہ آپ شفیع الامم ہیں، قیامت میں تمام انبیاء اپنی

زلّات کو یاد کر کے شفاعت سے گریز کریں گے۔ اگر آں حضور ﷺ کو مغفرت کی اطلاع نہ دی جاتی تو آپ بھی شفاعت سے گریز فرماتے دراں حالے کہ شفاعت کا کام آپ سے لینا ہے، اس لئے مغفرت کی آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی۔ دسری الجھن کہ مغفرت، ذنب کا ارتکاب چاہتی ہے تو اس بارے میں یہ کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ اولاً تو آپ نے کوئی ذنب کیا نہیں، اگر کرتے بھی تو وہ معاف ہے، جس پر ہم مواخذہ نہیں کریں گے۔ پھر یہ بھی تو ہے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں سب کچھ ہے۔ اس کی معلومات میں تقدم و تاخر کی بحث غلط ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا خصوصی اظہار، عالم آخرت میں ہوگا اور آخرت میں سب کچھ دائرۂ ماضی میں آئے گا ماضی اور مستقبل تو دنیا کی تقسیم ہے۔ آخرت میں تو ماضی ہی ہے، مستقبل کا کوئی سوال نہیں۔ یہ خطرہ ہوسکتا ہے کہ اگر طبیب کسی کو یہ یقین دلا دے کہ تم کبھی بیمار نہیں ہو سکتے، عجب نہیں کہ وہ مطمئن ہو کر مہلک بد پرہیزیوں میں مبتلا ہو جائے۔ ایسے ہی جب آپ کو مغفرت کی اطلاع دی گئی تو کہیں آپ ارتکابِ ذنوب میں مصروف نہ ہو جائیں۔ یہ اندیشہ قطعاً غلط ہے۔ آپ کی تو رغبت فی الخیر اس اعلان کے بعد اور بڑھ گئی، کثرت عبادت پر ٹوکنے پر فرمایا تھا ''اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْداً شَکُوْراً'' انبیاء کو ایسی اطلاعات مضر نہیں بلکہ ان کو خیر میں منہمک کر دیتی ہیں، بدریین کو یہی اطلاع دی گئی تو وہ مطمئن ہو کر بیٹھ نہیں گئے بلکہ عبادتوں کا اہتمام اور زیادہ ہو گیا تھا۔

فرمایا: کہ تجربہ شاہد ہے کہ علم کی زیادتی کے نتیجے میں عنداللہ پسندیدہ عبادت کی توفیق خوب ہوتی ہے اور یہ اس لئے کہ عبادت کی حقیقت مطاع کی رضا کے مطابق عبدیت کا مظاہرہ ہے تو جو مطاع کی رضا پر جس قدر مطلع ہوگا، اتنی ہی اس کی عبادت افضل ہوگی۔ تقرب الٰہی اس چیز پر موقوف ہے۔ عالم خوب جانتا ہے کہ عبادت بلا وجہ مشقوں کو انگیز کرنے کا نام نہیں۔ اس کی عبادت میں زمان و مکان کی رعایت خوب ہوتی ہے۔ وہ اسے جانتا ہے کہ ایک چیز ایک کے لئے پسندیدہ ہوتی ہے، وہی دوسرے کے لئے ناپسندیدہ۔ کبھی دل چاہتا ہے کہ کوئی ہمارا جلیس ہو اور گاہے ہمدم سے بھی طبیعت گھبراتی ہے۔ صحت میں بہت سی مرغوب چیزیں بیماری میں غیر مرغوب ہو جاتی ہیں۔ نماز کو دیکھئے کتنی اونچی عبادت ہے اور کس قدر مطلوب و محمود، لیکن یہی طلوع و غروب کے وقت ممنوع ہے۔ ناقص العلم یہ سمجھتے ہیں کہ مشقتوں میں عبادت ہے۔ دیکھو بعض اولیاء کی کثرتِ عبادت، انبیاءؑ سے بھی بڑھ گئی۔ ترمذی شریف میں ''باب ما جاء فی الدعاء اذا انتبه من اللیل'' کے تحت لکھا ہے کہ عمر ابن ہانی ایک ہزار رکعت یومیہ اور ایک لاکھ تسبیح پڑھتے تھے۔ قاضی ابو یوسف چیف جسٹس ہونے کی مصروفیات کے باوجود، دو سو نوافل روزانہ پڑھتے، لیکن میں کہتا ہوں کہ اولیاء کثرتِ عبادات میں تو بڑھ جائیں گے لیکن ان کی عبادات میں وہ کیفیت قیامت تک پیدا نہ ہوگی، جو انبیاء کی مختصر عبادت میں ہے۔ اسی لئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''انا اعلمَکُم باللّٰه و اتقکم'' تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ نبی صاحب ﷺ جس قدر ممنوعات و مشتبہات سے بچتے اور رضائے الٰہی کے طالب رہتے، اس قدر کسی اور کی قسمت میں یہ حصہ نہیں لگا۔ ❀……✦……❀

آپ ﷺ کے معمولات

❖ مفتی محمد سلیمان قاسمی

آپؐ کے معمولات گھر میں : حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے مکان میں تشریف لے جانے کے حالات معلوم کئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ گھر میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے:

(۱) ایک حصہ اللہ جل شانہٗ کی عبادت (نماز، تلاوت، ذکر) وغیرہ میں خرچ فرماتے۔

(۲) دوسرا حصہ گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی میں صرف فرماتے، مثلاً ان سے ہنسنا، بولنا، ان کے حالات کی تحقیق کرنا، ان کی ضروریات پوری کرنا وغیرہ۔

(۳) تیسرا حصہ خاص اپنی ضروریات اور راحت و آرام کے لئے رکھتے تھے۔

پھر اپنے والے حصہ کو بھی دو حصوں میں تقسیم فرماتے، ایک حصہ آرام فرماتے اور دوسرے والے حصہ میں خصوصی صحابہ کرام داخل ہوتے (اس میں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ تھی) ان خواص کے ذریعہ مضامین عام لوگوں تک پہنچتے، ان لوگوں سے کسی چیز کو نہ چھپاتے، اخروی احکام ہوں یا دنیوی مال و متاع بلکہ ہر طرح کا نفع بلا دریغ پہنچاتے، نیز امت کے اس حصہ میں آپؐ کا طرز یہ تھا کہ ان آنے والوں میں سے اہل فضیلت یعنی علم و عمل میں سبقت لے جانے والوں کو اجازت دینے میں ترجیح دیتے اور ان کی دینی فضیلت کے لحاظ سے ان کے لئے وقت کی تقسیم فرماتے۔ چنانچہ بعض آنے والے ایک حاجت لے کر آتے اور بعض دو دو حاجتیں لے کر حاضر خدمت ہوتے اور ان میں سے بعض کئی کئی حاجتیں لے کر حاضر ہوتے، آپؐ ان کی تمام حاجتیں پوری فرماتے اور ان کو ایسے کاموں میں مشغول فرماتے جو خود ان کے اور پوری امت کے لئے مفید اور کارآمد ہوں۔

اور آپ ﷺ ان کو یہ بھی تلقین فرمایا کرتے کہ جو لوگ یہاں موجود نہیں ان مفید اور اصلاحی باتوں کو ان غائبین تک پہنچا دیں، نیز یہ بھی ارشاد فرماتے کہ جو شخص اپنی حاجت مجھ تک نہ پہنچا سکے (مثلاً دوری یا شرم یا رعب کی وجہ سے) تو تم لوگ اس کی حاجت مجھ کو پہنچا دیا کرو، اس لئے کہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو وہ خود نہیں پہنچا سکتا ہے تو حق تعالیٰ قیامت کے روز اس شخص کو ثابت قدم رکھے گا۔ (شمائل ترمذی:۳۲)

در اقدس پہ اپنی حاجتیں جو لے کے آتے تھے
مرادیں اپنی پاتے اور کچھ کھا پی کے جاتے تھے

آپ ﷺ کا گھریلو کام کرنا : آپ ﷺ عام آدمی کی طرح اپنے گھر کے اکثر و بیشتر کام خود ہی کرلیا کرتے تھے۔

حضرت اسود بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے معلوم کیا کہ آپؐ دولت خانہ میں کیا کام انجام دیتے تھے تو ام المؤمنین نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے لیکن جیسے ہی اذان کی آواز سنتے تو فوراً گھر سے مسجد میں تشریف لے جاتے۔(بخاری شریف ۸۹۲/۲)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا جوتا خود درست فرما لیتے، اپنا کپڑا خود سی لیتے، آپؐ تم میں سے عام آدمی کی طرح اپنے گھر میں کام کرتے رہتے، آپؐ انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑوں میں خود جوں تلاش کر لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے کام خود ہی انجام دے لیتے۔(ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف ۵۲۰)

زادالمعاد اور مدارج النبوہ میں مذکور ہے کہ آں حضرت ﷺ جب گھر میں تشریف رکھتے تو گھریلو کاموں میں مشغول رہتے، خالی اور بے کار نہ بیٹھتے بلکہ معمولی معمولی کام بھی خود ہی انجام دے لیتے، مثلاً گھر کی صفائی، مویشی کا چارہ دینا، اونٹ اور بکری کا انتظام فرمانا حتی کہ بکری کا دودھ بھی خود ہی نکال لیا کرتے، خادم کے ساتھ مل کر کام کر لیتے، آٹا گندھوا لیتے، بازار سے خود سودا خریدنے جاتے اور کپڑے میں باندھ کر لے آتے، کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے، اپنا جوتا خود درست فرما لیتے۔(اسوہ رسول ۹۴)

حضرت جابر بن طارقؓ کا بیان ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کدو کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر رہے تھے۔(شمائل ترمذی)(یعنی سبزی پکانے کے لئے خود ہی کاٹ کاٹ کر تیار فرما رہے تھے)

تھا گھر کا کام بھی بازار سے سودا بھی لا دیتے
تھے جھاڑو بھی لگاتے اپنے جوتے آپ سی لے

آپ ﷺ کے معمولات باہر مجلس میں : حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں ضروری اور مفید باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا اور ایسی ہی باتوں کو حضور ﷺ صحابہ کرام سے خوشی سے سنتے تھے، اس کے علاوہ لایعنی اور فضول باتیں حضورؐ کی مجلس میں نہ ہوتی تھیں، آپؐ آنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے، ان کو اپنے سے مانوس فرماتے، متوحش نہ فرماتے، ہر قوم کے بڑے اور معزز شخص کا اعزاز فرماتے، خود بھی اس کو اس قوم پر سردار اور ذمہ دار مقرر فرما دیتے۔

آپ ﷺ خود بھی اپنی احتیاط فرماتے اور دوسروں کو بھی احتیاط کا حکم دیتے لیکن باوجود محتاط رہنے کے کسی سے اپنی خندہ پیشانی اور خوش خلقی کو نہ ہٹاتے، دوستوں کی خبر گیری فرماتے، لوگوں کے حالات آپس کے معاملات کی تحقیق فرما کر ان کی اصلاح فرماتے، اچھی بات کی اچھائی بیان فرما کر اس کو تقویت دیتے اور بری بات کی برائی بیان فرما کر اس کو ختم فرما دیتے اور روک دیتے، ہر کام کے لئے آپؐ کے یہاں خاص نظم تھا، حق بات میں نہ کوتاہی فرماتے اور نہ حد سے تجاوز فرماتے، آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والے مخلوق کے بہترین افراد ہوتے تھے، آپؐ کے نزدیک افضل وہی ہوتا تھا جس کی خیر خواہی عام ہوتی۔ آپ ﷺ کے نزدیک بڑے رتبہ والا وہی ہوتا تھا جو مخلوق کی غم گساری اور مدد میں حصہ لیتا ہو۔

آپ ﷺ کی نشست و برخاست، ذکر اللہ کے ساتھ ہوتی تھی اور جب کسی مجلس میں آپ ﷺ تشریف لاتے تو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے، اسی کا لوگوں کو حکم فرماتے کہ جہاں خالی جگہ ملے بیٹھ جایا کریں، لوگوں کے سروں کو پھلانگ کر آگے نہ جایا کریں، یہ بات الگ ہے کہ جس جگہ آپ تشریف رکھتے وہی صدر مجلس بن جاتی، آپؐ حاضرین میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے، آپؐ کے پاس بیٹھنے والا یہ خیال کرتا کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ اکرام میرا فرما رہے ہیں، آپؐ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں کے لئے عام تھی، آپ ﷺ کی مجلس علم وحیا اور صبر وامانت کی مجلس تھی، نہ اس میں شور وشغب ہوتا تھا، نہ کسی کی عزت وآبرو اتاری جاتی تھی، اس مجلس میں اگر کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تو اس کو اچھالا نہیں جاتا تھا۔ اس میں سب لوگ برابر شمار کئے جاتے تھے، البتہ جو علم و تقویٰ میں بڑھے ہوئے ہوتے تھے، وہ افضل ہوتے تھے، بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، اہل حاجت کو ترجیح دیتے اور اجنبی مسافر شخص کی خبر گیری فرماتے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے ساتھ مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور کسی ضرورت سے آپ کو گھر میں جانا پڑتا تو اگر واپس مجلس میں آنے کا ارادہ ہوتا تو اپنے جوتے مجلس ہی میں چھوڑ جاتے یا اپنی کوئی اور چیز چادر وغیرہ رہنے دیتے، جس سے ہم لوگ سمجھ جاتے کہ واپسی کا اردہ ہے اور وہیں بیٹھے رہتے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ۴۰۳)

آپ ﷺ کی مجلس میں ہر قسم کے تذکرے : حضرت سماک بن حرب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے معلوم کیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اکثر آپؐ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوتا اس دوران آپؐ کے صحابہ زمانہ جاہلیت کے قصے بھی ذکر فرماتے اور ہنستے اور حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تبسم فرماتے۔ (مسلم شریف ۱/۲۳۵)

حضرت جابر بن سمرہؓ کی دوسری روایت میں ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سو مجلسوں سے زائد

بیٹھا ہوں، آپؐ کے صحابہ اشعار بھی پڑھتے، زمانہ جاہلیت کے قصے، کہانیاں بھی نقل فرماتے اور آپؐ خاموش سنتے رہتے، بلکہ کبھی کبھی ان کے ساتھ ہنسنے میں شرکت بھی فرماتے۔ (شمائل ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خاموشی کسی ناراضگی کی وجہ سے نہ تھی اس لئے کوئی ہنسی کی بات ہوتی تو اس پر صحابہ کے ساتھ مسکرا بھی دیتے۔

حضرت زید بن ثابت جو کاتبین وحی میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا پڑوسی تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تو حضور مجھے بلا کر لکھوا دیا کرتے تھے اور ہم لوگ جب آپؐ کی مجلس میں دنیا کا تذکرہ کرتے تو حضور ﷺ بھی دنیا کا تذکرہ فرماتے اور جب ہم آخرت کا تذکرہ کرتے تو حضور ﷺ بھی آخرت کا تذکرہ فرماتے اور جب کھانے پینے کا تذکرہ ہوتا تو رسول اکرم ﷺ بھی ویسا ہی تذکرہ فرماتے، مثلاً کھانے کے آداب، مفید کھانوں کا ذکر، نقصان دہ کھانوں کا تذکرہ وغیرہ اور جب ہم آخرت کی طرف متوجہ ہوتے تو حضور اکرم ﷺ بھی آخرت کے تذکرے فرماتے۔ (شمائل ترمذی)

فائدہ : یعنی صحابہ کرام جس قسم کا تذکرہ کرتے آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ ویسا ہی تذکرہ فرماتے اور ان حضرات کے ساتھ غایت درجہ دل داری اور بے تکلفی فرماتے، یہ نہیں کہ بس آخرت ہی کا ذکر ہر وقت فرماتے ہوں اور دنیا کا ذکر سننا بھی گوارہ نہ کریں اور پھر دنیا کا ہر تذکرہ فضول نہیں، ویسے بھی آپ ﷺ کا فریضہ تھا کہ تمام امور میں جائز اور ناجائز کی وضاحت کریں اور یہ کام آپ ﷺ کے سامنے تذکرہ ہونے پر ہی انجام پا سکتا تھا، البتہ ایک حد میں یہ تذکرے ہوتے تھے یہ نہیں کہ فضول اور لغو باتیں ہوتی ہوں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے، فضول تذکروں میں وقت ضائع نہ فرماتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

مجلس کے آداب : حضرت واصلہ بن خطاب کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسجد میں حضور ﷺ تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ اس شخص کو جگہ دینے کے لئے اپنی جگہ سے تھوڑے سے ہٹ گئے تو اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہاں کافی کشادہ جگہ ہے تو نبی اکرم نے فرمایا کہ مسلمان کا حق ہے کہ جب وہ اپنے بھائی کو دیکھتے تو اپنی جگہ سے کچھ کھسک جائے۔ (مشکوٰۃ ۴۰۴)

حضرت عمر بن شعیب اپنے دادا سے حضور کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ **لاتجلس بین رجلین الا باذنهما** یعنی دو آدمیوں کے بیچ میں گھس کر مت بیٹھا کرو مگر ان کی اجازت سے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ، ۴۰۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر جائے اور پھر لوٹے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ۴۰۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھے، البتہ مجلس میں کشادگی اور وسعت پیدا کرو (یعنی مل کر بیٹھو تا کہ کسی کو کھڑے نہ رہنا پڑے) (بخاری شریف ۱/۱۲۴، مسلم شریف کتاب السلام)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم تین آدمی بیٹھے ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی الگ سے کانا پھونسی نہ کریں کیوں کہ یہ اس تیسرے آدمی کے رنج کا باعث ہوگا، ہاں جب زیادہ ہو جائیں (مثلاً چار یا اس سے زائد تو پھر دو آدمی الگ سے سرگوشی کر سکتے ہیں) (بخاری ۲/۹۳۱)

آپ ﷺ کا معمول فجر کے بعد : حضرت جابر بن سمرہؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اکثر فجر کی نماز پڑھ کر اپنی جگہ بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد نماز (اشراق) پڑھ کر لوٹتے تھے۔ (مسلم ۱/۲۳۵، ابوداؤد ۱/۲۸۳)

آپ ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر تسبیحات وغیرہ کے بعد مصلیٰ پر ہی چار زانو ہو کر بیٹھ جاتے اور صحابہ کرام پروانہ وار پاس آ کر بیٹھ جاتے، یہ ہی علوم نبوت کی درس گاہ تھی، یہ ہی محفل احباب تھی، یہیں آپ ﷺ نازل شدہ وحی سے صحابہ کرام کو مطلع فرماتے، یہیں آپ فیوضِ باطنی و برکاتِ روحانی کی بارش فرماتے، دین کے مسائل، معاشرت کے طریقے، معاملات کے ضابطے، اخلاق کی باریکیاں، لوگوں کے آپسی معاملات اور مقدمات کے فیصلے اسی جگہ طے ہوتے تھے، کسی نے یا خود حضور ﷺ نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو اس کی تعبیر بیان فرماتے، سورج نکلنے کے بعد جب دن خوب چڑھ جاتا تو صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) کبھی چار رکعت، کبھی آٹھ رکعت ادا فرما کر مجلس ختم فرماتے۔

پھر جس بیوی کی باری ہوتی ان کے یہاں تشریف لے جاتے وہاں گھر کے کاموں میں لگے رہتے، گھر کے اکثر کام خود ہی انجام دیتے، دن میں صرف ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے، دوپہر میں آرام فرماتے۔ (اسوہ رسول ۴۷۵، بحوالہ سیرۃ النبی و مدارج النبوۃ)

آپ ﷺ کا معمول ظھر کے بعد : ظہر کی نماز باجماعت ادا فرما کر مدینہ کے بازاروں میں گشت فرماتے، دوکان داروں کا معائنہ اور جانچ پڑتال فرماتے، ان کا مال ملاحظہ فرماتے، ان کے مال کی اچھائی، برائی اور ان کے ناپ تول کی نگرانی فرماتے، کہیں تولنے میں دھوکہ تو نہیں کرتے، بستی اور بازاروں میں کوئی صاحب حاجت ہوتا تو اس کی حاجت پوری فرماتے۔ (اسوۂ رسول ۴۷۶)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بازار میں گندم کا ڈھیر دیکھا، جب دست مبارک اس گندم میں گھسایا تو اندر گیہوں بھیگے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ بیچنے والے نے جواب دیا کہ اس پر بارش ہوگئی تھی تو

ارشاد فرمایا کہ بھیگے ہوئے گیہوں ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں کئے؟ جو شخص مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(مسلم شریف ۱/۷۰)

آپ ﷺ کا معمول عصر کے بعد : حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز سے فارغ ہوجاتے تو اپنی ازواج میں سے ایک ایک کے گھر تشریف لے جاتے، ان میں سے ہر ایک کے قریب ہوتے (حالات وغیرہ معلوم کرتے اور ان کی دل جوئی فرماتے) آپ کی ازواج میں سے بعض آپؐ کی پسندیدہ چیز شہد اور میٹھا شربت وغیرہ آپ کی خدمت میں پیش کرتیں۔(بخاری شریف ۲/۷۹۳)

عصر کے بعد مغرب سے پہلے پہلے تھوڑی تھوڑی دیر آپ ﷺ ہر ایک بیوی کے یہاں ٹھہرتے اور یہ کام اتنی پابندی سے انجام دیتے کہ ہر ایک کے یہاں مقررہ وقت پر پہنچ جاتے، چنانچہ سب کو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ وقت کے بہت قدرداں اور پابند ہیں۔(اسورسول ۴۷۶)

آپ ﷺ کا معمول مغرب کے بعد : مغرب کی نماز باجماعت ادا فرما کر نوافل اوابین وغیرہ سے فارغ ہوتے اور پھر جس بیوی کی باری ہوتی اس کے گھر تشریف لے جاتے، اکثر تمام ازواج مطہرات بھی اس گھر میں جمع ہوجاتیں اور پھر مدینہ کی عورتیں بھی اکثر وہیں جمع ہوجاتیں، اس لئے اس وقت آپ ﷺ عورتوں کو دینی مسائل کی تعلیم فرماتے، گویا یہ عورتوں کا مدرسہ قائم ہوجاتا، جس میں انتہائی ادب و پردہ کے ساتھ عورتیں اس دوجہاں کے معلم سے حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کی باتیں حاصل کرتیں اور سیکھتیں۔

اللہ کے رسول عورتوں کو علم دین اور تہذیب اسلامی سے محروم و نا آشنا نہیں رکھنا چاہتے تھے، اس لئے کہ عورتوں کی گودیں ہی بچوں کی اولین درسگاہیں ہوتی ہیں۔

اسی وقت عورتیں اپنے مقدمات پیش کرتیں، آپ ﷺ ان کا فیصلہ فرماتے وہ اپنی پریشانیاں، مجبوریاں، شکایتیں بیان کرتیں، آپؐ ان کو حل فرماتے، کوئی بیعت ہونا چاہتی تو اسی وقت اس کو بیعت فرماتے اور اس کے لئے دعاء مغفرت فرماتے اور یہ مبارک مدرسہ عشاء تک جاری رہتا، پھر عورتیں اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں اور آپؐ عشاء کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔(اسوہ رسول ۴۷۷)

آپ ﷺ کا عورتوں کو وعظ فرمانا : حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی حدیثوں (کے یاد کرنے اور سننے) میں مرد بازی لے گئے، لہٰذا آپؐ اپنے ذاتی اوقات میں سے ہمارے لئے ایک دن متعین کردیجئے جس میں ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اللہ کے تعلیم کردہ احکام کو حاصل کریں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فلاں روز فلاں جگہ جمع ہوجانا، تب عورتیں رسول اللہ کے حکم کے مطابق اکٹھی ہوئیں اور آپؐ نے تشریف لاکر ان کو اللہ کے تعلیم

کردہ احکام سکھائے اور پھر آخر میں ارشاد فرمایا کہ جس عورت کے بھی تین بچے فوت ہوں گے تو وہ اس کے لئے ضرور دوزخ کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گے، ان میں سے ایک عورت بولی کہ اے اللہ کے رسول! اور دو! تو رسول اللہ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ دو بھی، دو بھی، دو بھی۔ (بخاری شریف ۱/۲۰،۲/۱۰۸۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت! تم (خاص طور پر) صدقہ دیا کرو اور استغفار کثرت سے کیا کرو کیوں کہ دوزخ میں سب سے زیادہ تعداد میں نے عورتوں کی ہی دیکھی ہے، ان میں سے ایک ہوشیار عورت بولی کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے کیا قصور کیا ہے جو ہم دوزخ میں جائیں گی؟ تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں لعنت کرنے کی عادت زیادہ ہوتی ہے اور تم اپنے شوہروں کو بھی بہت ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تمہاری طرح دین و عقل میں ناقص ہونے کے باوجود ایک دانش مند مرد پر غالب آجانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (اسوہ رسول ۱۷۵ بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دوزخ میں سب سے زیادہ تعداد عورتوں کی دکھائی گئی ہے کیوں کہ وہ ناشکری کرتی ہیں۔ معلوم کیا گیا کہ کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموش ہوتی ہیں، اگر تو ان میں سے کسی پر ایک زمانہ بھر احسان (بھلائی) کرتا رہے اور پھر اس کو تجھ سے کچھ ناپسندیدہ بات نظر آجائے تو کہنے لگی کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی بالکل دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری شریف ۱/۹،۱۴۴)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے عید کے روز نماز عید سے فارغ ہو کر پہلے مردوں میں خطبہ دیا، پھر ان سے فارغ ہو کر عورتوں میں تشریف لائے اور ان کو نصیحتیں فرمائیں۔ اس حال میں کہ آپؐ حضرت بلالؓ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور حضرت بلالؓ نے اپنے کپڑا پھیلا کر رکھا تھا جس میں عورتیں اپنے زیورات اتار اتار کر خیرات کر رہی تھیں۔ (بخاری شریف ۱/۱۳۳)

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کو عورتوں کے فتنہ سے زیادہ نقصان دینے والا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے۔ (مسلم شریف ۲/۳۵۲)

بعد عشاء : نماز عشاء پڑھ کر آپ اس شب کی قیام گاہ پر جا کر سو رہتے، عشاء کے بعد بات چیت کرنا آپ پسند نہ فرماتے، آپ ہمیشہ داہنی کروٹ سوتے، اکثر داہنا ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھ لیتے، قبلہ کی طرف سرہانا کرتے، جانماز اور مسواک اپنے سرہانے ضرور رکھ لیتے، سوتے وقت سورۂ جمعہ، تغابن اور صف کی تلاوت فرماتے، سوتے وقت فرماتے ''خدایا تیرا نام لے کر مرتا اور زندہ ہوتا ہوں'' کبھی آدھی رات کبھی دو تہائی رات کے بعد اٹھتے اور فرماتے ''اس خدا کا شکر ہے جس نے مرنے کے بعد زندہ کیا اور حشر بھی اس کی طرف ہوگا۔ (سیرت النبی، جلد دوم)

پھر مسواک سے دانت مانجھتے، وضو کرتے، پھر تہجد کی نفلیں کبھی دو کبھی چار، کبھی چھ کبھی آٹھ، دس رکعات پڑھتے، اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھ کر پھر دو رکعتیں نفل کھڑے ہو کر پڑھتے (آخری عمر میں البتہ بیٹھ کر پڑھی، مگر آپ کو ثواب پورا ہی ملتا تھا) دعا زیادہ مانگتے، کبھی نفل نماز کے مسجد میں دیر تک دعا مانگتے، پھر آرام فرماتے، جب فجر کی اذان ہوتی تو اٹھتے، حجرہ شریفہ ہی میں دو رکعت سنت پڑھ کر وہیں داہنی کروٹ ذرا لیٹ رہتے، پھر مسجد میں تشریف لاتے اور نماز فجر ادا فرماتے۔

یہ تھے آپ کے معمولاتِ یومیہ، اول تو پانچوں نمازیں خود ہی قدرتی طور پر وقت کی پابندی سکھاتی ہیں، ہر تھوڑی دیر کے بعد اگلی نماز کا وقت آکر مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ اتنا وقت گزر گیا، اتنا باقی ہے، جو کچھ کرنا ہو کرلو، اس پابندی وقت کے علاوہ آں حضور ﷺ کی خصوصیت یہ تھی کہ اپنے ہر کام کے لئے وقت مقرر فرمالیتے اور اس کو پوری پابندی کے سے نبھاتے، اسی وجہ سے آپ بہت کام کرلیتے تھے، کبھی آپؐ نے وقت کی کمی اور تنگی کی شکایت نہیں فرمائی۔

سیرتِ نبوی مشعلِ راہ

❖ مولانا مجیب الدین قاسمی

دنیا کے کسی بھی نظام کو چلانے کے لئے جہاں اصول وضوابط کی ضرورت ہے وہیں اس کی عملی مشق بھی لازم ہے، جب کہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ دنیا کا ہر نظام فانی اور غیر باقی ہے، مگر جب اس کے لئے یہ کڑی شرطیں ہیں تو نظامِ دینی اور منہاجِ شرعی جو کہ قیامت تک باقی رہنے والا اور غیر فانی خدائی دستور ہے تو اس کو زندہ رکھنے کے لئے ان امور کی کیا ضرورت نہیں ہوگی ہر صاحب عقل فیصلہ کرسکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نظامِ دینی کے اصول وضوابط تو آسمانی کتابوں میں بیان فرمادیئے مگر اس کی عملی مشق کے لئے انبیاء علیہم السلام کی شخصیات کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ آسمانی احکام وہدایات جو سراسر انسانیت کی فلاح و بہبود و کامیابی و کامرانی کے رہنمایانہ خطوط ہیں، ان پر عمل آوری کے لئے عالمِ انسانیت کے طبقات میں انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ان کی سیرت ہی لائق تقلید ہے اور ان میں بھی سب سے بلند مرتبہ نبی اکرم ﷺ کو حاصل ہے۔ آپؐ کی سیرت عالمگیر اور دائمی نمونہ عملی ہے۔

آپؐ کی سیرتِ طیبہ کے بے شمار گوشے ہیں، ان ہی میں ایک گوشہ آپؐ کی زندگی کا عملی پہلو ہے۔ گذشتہ انبیاء کے سلسلے میں اس باب کے حوالے سے تاریخ خاموش ہے کیوں کہ ان کی الہامی کتابوں پر یا تو تحریف کی گرد جم گئی یا انصاف پسند لوگوں نے اس طرف توجہ نہیں کی، اس لئے اس حوالے سے گزشتہ انبیاء کی زندگی کو پیش نہیں کیا جاسکتا، البتہ آپ کی حیاتِ مبارکہ کا ایک ایک پہلو بعینہٖ موجود ہے، نہ اس کو تحریف نے بدلا اور نہ ہی وہ بے توجہی کا شکار ہوئی۔ اس مادّی دنیا میں اخلاق کی اصلاح ضروری اور مقدم ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ اخلاق کی اصلاح بغیر مربی کے نہیں ہوسکتی اور مربی بھی ایسا کہ جس کی اقتداہر شعبۂ زندگی میں بلا چون و چرا کی جاسکے، وہ ذات حضور کی ذاتِ گرامی کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی، آپ کی زندگی کا اخلاقی پہلو نہایت واضح اور آسان ہے، جس سے آپؐ کے اخلاق اور امت کے تئیں آپ کے ترحمانہ جذبات کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

''خدا کی عنایت سے تم ان کے لئے نرم ہو اور اگر تم (کہیں) کج خلق وسخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے ارد گرد سے منتشر ہوجاتے۔'' (آلِ عمران)

اس آیت میں آپؐ کی نرم دلی کا بیان ہے جو دعویٰ مع دلیل کے خود صحیفۂ الٰہی میں موجود ہے، جس سے آپؐ

کے نرم دل اور رحیم الخلق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

''تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آیا جس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گذرتی ہے،تمہاری بھلائی کا وہ حریص ہے،ایمان والوں پر نہایت شفیق و مہربان ہے۔'' (التوبہ)

اس آیت میں رسول اللہ کے ان مشفقانہ جذبات کا ذکر ہے جو تمام بنی نوعِ انسانی اور تمام بنی آدم کے ساتھ تھے، یہ آپؐ کے اخلاقِ عملی کے متعلق آسمانی شہادتیں ہیں،اس کے علاوہ احادیث بھی آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ پر شاہد ہیں، چنانچہ چند صحابہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ام المؤمنین! حضور اکرم ﷺ کے اخلاق و معمولات بیان فرمائیے۔ام المؤمنین نے جواب دیا کیا تم نے قرآن حکیم نہیں پڑھا؟ آپؐ کا اخلاق قرآن پاک تھا۔(ابوداؤد)

یعنی قرآن پاک الفاظ و عبارت ہے اور حضرت محمد ﷺ کی سیرت اس کی عملی تفسیر۔انسان کے اخلاق، عادات اور اعمال کا بیوی سے بڑھ کوئی واقف کار نہیں ہوسکتا۔آں حضرت ﷺ نے جب اسلام کی دعوت دی تو اس وقت حضرت خدیجہؓ آپؐ کی زوجیت میں پندرہ برس گزار چکی تھیں، یہ مدت اتنی طویل ہے کہ جس میں ایک انسان دوسرے کے عادات و اخلاق اور طور طریقے کو تجربے کی کسوٹی پر پرکھ سکتا ہے،آپؐ کی زندگی حضرت خدیجہؓ کے لئے کندن تھی، چنانچہ ادھر آپؐ کی زبان سے دعوائے نبوت ہوا اُدھر ان کا دل اس کی تصدیق کے لئے آمادہ ہوگیا،جب آپؐ نبوت کے بارگراں کا خیال کرتے تو حضرت خدیجہؓ ہی آپ کو تسکین دیتیں کہ یارسول اللہ! آپؐ قرابت داروں کا حق ادا فرماتے ہیں،حق کی طرف داری کرتے ہیں،مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں، خدا آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔(بخاری)

یہ آپؐ کے اخلاق کی وہ عملی مثالیں ہیں جو اعلانِ نبوت سے پہلے ہی آپ میں موجود تھیں۔آں حضرت ﷺ کی تمام ازواج میں حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے زیادہ بلند رتبہ حضرت عائشہؓ تھیں، وہ نو برس مستقل آپ کی زوجیت میں رہیں، وہ گواہی دیتی ہیں کہ حضورؐ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی،آپ گناہ کی باتوں سے کوسوں دور رہتے تھے،آپؐ برائی کے بدلے میں بھلائی کرتے تھے،آپؐ نے کبھی کسی سے اپنا بدلہ نہیں لیا،آپؐ نے کبھی کسی غلام، باندی،عورت یا خادم یہاں تک کہ کسی جانور تک کو نہیں مارا،آپؐ نے کسی کی جائز درخواست اور فرمائش کو رد نہیں فرمایا۔آپؐ کے قرابت داروں میں حضرت علیؓ سے بڑھ کر کوئی آپؐ کے دن رات کے حالات و اخلاق سے واقف نہ تھا، وہ بچپن سے جوانی تک آں حضرت ﷺ کی خدمت میں رہے، وہ گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ ہنس مکھ، نرم اخلاق اور اچھی طبیعت کے مالک تھے،طبیعت میں مہربانی تھی،سخت مزاج نہ تھے،کوئی برا کلمہ زبان سے نہیں نکالتے تھے،کسی کی کوئی فرمائش اگر مزاج کے خلاف ہوتی تو خاموش رہ جاتے،لیکن اس کو صاف جواب دے کر

مایوس نہ کرتے اور نہ اپنی منظوری ظاہر فرماتے، آپ کسی کی دل شکنی نہیں کرتے بلکہ دلوں پر مرہم رکھتے تھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نہایت فیاض، بڑے سخی، راست گو، نہایت نرم طبع تھے، جو لوگ آپ کی صحبت میں بیٹھتے وہ خوش ہوجاتے۔ (شمائل ترمذی) یہ آپؐ کے حق میں ان لوگوں کی شہادتیں ہیں جو آپؐ کے گھر والے اور آپؐ کی ہر نقل وحرکت سے واقف تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کی سیرت مبارکہ کی عملی حیثیت کتنی بلند تھی۔

آپؐ کی زندگی کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے بحیثیت پیغمبر اپنے امتیوں کو جو نصیحت فرمائی اس پر سب سے پہلے خود عمل کیا، آپؐ نے لوگوں کو خدا کی یاد اور محبت کی نصیحت کی۔ چنانچہ آپؐ کی زندگی کے شب وروز میں کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جس میں آپؐ کا دل خدا تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو، آپؐ ہر وقت ہر لمحہ خدا کی یاد میں مصروف رہتے تھے، احادیث کا بڑا حصہ آپؐ کی معلمانہ نصیحت سے بھرا پڑا ہے، جو مختلف حالات اور مختلف اوقات کی مناسبت سے آپؐ نے اپنی محبوب امت کو فرمائی ہیں، آپؐ نے لوگوں کو پانچ وقت کی نماز کا حکم دیا، مگر خود آپؐ کا معمول آٹھ وقت نماز پڑھنے کا تھا، یعنی طلوعِ آفتاب کے بعد اشراق، کچھ دن چڑھے پر چاشت، پھر رات میں تہجد اور مغرب کے بعد اوابین وغیرہ، یہ وہ نمازیں تھیں جو آپ ﷺ پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ ادا فرماتے تھے۔ چنانچہ آپؐ ہر روز کم وبیش پچاس ساٹھ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے، یہ تھا آپ کی اقامتِ صلوٰۃ کا عملی نمونہ، آپؐ نے روزوں کا حکم دیا جو عام مسلمانوں پر سال بھر میں تیس دن فرض ہیں، مگر آپؐ کی کیفیت یہ تھی کہ آپؐ کا کوئی ہفتہ کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں جاتا تھا۔ سال میں دو مہینے (شعبان ورمضان) پورے روزے میں گزر جاتے تھے، ہر مہینے کے ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵) میں اکثر روزے رکھتے تھے، محرم کے دس دن اور شوال کے ۶/روزوں میں گزرتے، ہفتے میں دوشنبہ اور جمعرات کا دن روزوں میں بسر ہوتا، یہ تھا روزوں کے متعلق آپ کا عملی نمونہ۔

آپؐ نے لوگوں کو زکوٰۃ وخیرات کا حکم دیا تو سب سے پہلے خود اس پر عمل کرکے دکھایا۔ جو کچھ آپؐ کی خدمت میں آتا وہ خدا کی راہ میں خرچ ہوجاتا۔ فتوحات وغزوات کی وجہ سے مال واسباب کی کمی نہ تھی، مگر وہ سب غیروں پر نچھاور فرمادیا کرتے تھے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رات میں آپؐ کے ساتھ ایک راستے سے گزر رہا تھا، آپؐ نے فرمایا ابوذر! اگر احد کا پہاڑ میرے لئے سونا ہوجائے تو میں کبھی پسند نہیں کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہ جائے، البتہ یہ کہ کسی کا قرض ادا کرنے کے لئے کچھ رکھ چھوڑوں۔ (بخاری)

کیوں کہ لوگوں کو عام حکم تھا کہ جو مسلمان قرض چھوڑ کر مرجائے اس کی اطلاع مجھے دو تاکہ میں اس کا قرض ادا کروں۔ یہ صرف آپؐ کا زبانی دعویٰ نہ تھا بلکہ یہ آپؐ کے عزم وسلوک کا اظہار تھا اور اسی پر آپؐ کا عمل تھا۔ آپؐ نے زہد وقناعت کی تعلیم دی مگر آپؐ کا طرز عمل یہ تھا کہ عرب کے گوشے گوشے سے جزیہ، خراج، عشر اور زکوٰۃ وصدقات

کے خزانے لدے چلے آتے تھے اور سب کے سب فقراء ومساکین پر خرچ ہوجاتے، آپؐ نے فرمایا کہ فرزندِ آدم کو ان چند چیزوں کے سوا اور کسی چیز کا حق نہیں، رہنے کو ایک جھونپڑا، تن ڈھانکنے کو ایک کپڑا اور پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی۔ (ترمذی)

خدا پر اعتماد وتوکل کی شان آپؐ کی ذاتِ مبارکہ میں نمایاں تھیں، آپؐ ایک ایسی اَن پڑھ قوم میں تشریف لائے تھے جو اپنے معتقدات کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی تھی اور اس کے لئے مرنے مارنے پر تیار ہوجاتی تھی، مگر آپؐ نے کبھی اس کی پرواہ نہ کی، عین حرم میں جا کر توحید کی آواز بلند کی اور وہاں سب کے سامنے نماز ادا فرمائی، جب کہ حرمِ محترم کا صحن قریش کے رئیسوں کی نشست گاہ تھا، جب علی الاعلان توحیدِ باری سنانے کا حکم ہوا تو آپؐ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہوکر تمام قبائلِ قریش کو نام بنام پکار کر خدائے برحق کا پیغام پہنچایا، جس کے نتیجے میں آپؐ کو کفارِ مکہ نے طرح طرح کی اذیتیں دیں، آپؐ کا جینا دوبھر کردیا اور حد یہ کردی کہ تین سال تک شعب ابی طالب کی قید میں آپؐ کا خاندان کے ساتھ مقاطعہ کردیا، لیکن اس کے باوجود آپؐ نے اپنے جانثار ساتھیوں کے ہمراہ جو زندگی بسر کی ہے وہ یقیناً رہتی دنیا تک صبر وتحمل کے حوالے سے ایک عملی مثال ہے۔

اخلاق وعبادات میں عملی اسوہ کے ساتھ ساتھ آپؐ کی زندگی معاشرتی اور سماجی اعتبار سے بھی کامل نمونہ ہے۔ چنانچہ آپؐ کی شانِ عفو وکرم کا یہ حال تھا کہ جو کفار مکہ سالہا سال آپ کو اور آپ کے نام لیواؤں کو ستاتے رہے، ظلم وستم کے ہر حربے آزماتے رہے انہیں بالآخر وطن چھوڑنے پر مجبور کردیا اور اس کے بعد بھی چین کی سانس لینے نہ دی، لیکن جب اسلام کو کھلی فتح نصیب ہوئی اور اسلام کے یہ بدترین دشمن مکمل طور پر آپؐ کے قبضے میں تھے تو آپؐ نے ان کو عام معافی دیدی اور یہ فرمایا کہ آج میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ ''تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ آج تم سب آزاد ہو۔''

تواضع اور ایفائے عہد کا یہ حال تھا کہ بعثت سے قبل خرید وفروخت کے ایک معاملے میں تین دن تک اپنے وعدے پر ایک ہی جگہ تشریف فرما رہے اور بعد میں صاحبِ معاملہ سے صرف اتنا کہ کہ تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ یہ آپؐ کی پابندیٔ عہد کی عملی مثال ہے۔ آپؐ نے صرف اپنے ذاتی معاملے میں ایفاءِ عہد کی مثال پیش نہیں فرمائی بلکہ مفادِ عامہ اور بوقتِ ضرورت بھی اس کا ثبوت دیا۔ چنانچہ غزوۂ بدر کے موقع پر دو صحابہؓ (حذیفہ ابن یمان، اور ابوحسیلؓ) نے کافروں سے مجبوراً لڑائی میں مسلمانوں کا ساتھ نہ دینے کا عہد کرلیا اور پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر لڑائی میں شرکت کی اجازت چاہی، جب کہ اس موقع پر مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ایک ایک آدمی کی اشد ضرورت تھی، مگر آپؐ نے ان کو کفار سے کئے ہوئے وعدے پر قائم رہنے کا حکم دیا، اس سے بڑھ کر ایفاءِ عہد کی اور کیا مثال ہوسکتی ہے۔ یہ چند مثالیں ہیں جو ذکر کی گئیں، ورنہ سیرتِ نبوی کا کوئی گوشہ آپؐ کے عملی اسوہ سے خالی نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اسلام خود اپنے پیغمبر کو اپنی کتاب کا عملی مجسمہ اور پیکر بنا کر پیش کرتا ہے اور تمام دنیا میں یہ فخر صرف اسلام کو حاصل ہے کہ وہ تعلیم واصول کے ساتھ ساتھ شارعِ اسلامؐ کے عمل اور آپؐ کی مثال کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب ایسے خیرالبشر نبی رحمت کو پیکرِ مثالی بنا کر مبعوث فرمایا ہے تو اہل ایمان کے لئے ادائے شکر وامتنان کے طور پر، ہر شعبۂ زندگی میں آپؐ کی اطاعت واتباع ضروری ہے۔

آج ہم آپؐ سے محبت کا دم تو بھرتے ہیں بلکہ اس کا جزوِ ایمان ہونے کا یقین بھی رکھتے ہیں، لیکن اس کے تقاضوں کی تکمیل سے گریزاں ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم عملی طور پر بھی آپؐ سے اپنی محبت ووابستگی کا ثبوت دیں، کیوں کہ دعویٰ اور عمل میں عمل ہی اصل ہے، اسی سے کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہوتی ہے، اس لئے اگر ہم آپؐ سے اپنا تعلق مضبوط رکھنا چاہتے ہیں تو ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشرت غرض ہر شعبۂ زندگی میں آپؐ کے اسوۂ عملی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنانا ہوگا، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ عبادت کا ذوق وشوق بڑھے، اخلاقیات پاکیزہ ہوں، معاشرت صاف ستھری ہو، معاملات میں بھی اعتدال اور توازن آئے اور مکمل زندگی عمل کے اعتبار سے سنت کے مطابق ہو جائے، تب ہی ہم سچے اور حقیقی عاشق رسولؐ عنداللہ شمار کئے جا سکتے ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

رحمتِ عالم کی
حیاتِ مبارکہ کے چند گوشے

❖ مولانسیم اختر شاہ قیصر
استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

حضرت آدم علیہ السلام سے اس دنیا میں انسان کی آمد کا آغاز ہوا ان سے لے کر آج تک کھربوں آدمی اس دنیا میں آچکے ہیں ان میں اچھے بھی تھے برے بھی، انصاف پسند بھی تھے اور ظالم بھی، عالم بھی تھے جاہل بھی، صاحب کردار بھی تھے اور بدکردار بھی، اللہ کے مقرب بھی تھے اور اللہ کے باغی بھی، سب جا چکے اور سب نے موت کی آغوش میں سر رکھ دیا ان کا معاملہ اب اللہ کے ہاتھ میں ہے اور فیصلہ کرنے والی ذات صرف اسی کی ہے جو انسان گئے، ان سب کو ٹٹولیے، ان پر نظر ڈالئے اور ان کے بارے میں خیال کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اچھوں میں اکثر باتیں نمونہ تھیں اور ان پر نیکیاں اور اچھائیاں غالب تھیں، بروں میں اکثر عادتیں بری تھیں اور وہ گلے تک برائیوں میں اترے ہوئے تھے، مگر انسانوں کے ہجوم میں ایک شخصیت ایسی ہے اور ایک عظیم المرتبت انسان اس دنیا میں ایسا بھی گزرا ہے کہ اس کی زندگی کا ہر پہلو تابناک اور مثالی ہے، کسی بھی زاویہ سے دیکھئے وہ ایک نظیر اور جس سمت نگاہ اٹھا کر دیکھئے اسی کی جلوہ سامانیاں یہ ذات کون ہے جہاں نہ معمولی سا جھول ہے، نہ کوئی انسانی کمزوری، نہ اخلاقی پستی، نہ کردار کی بے احتیاطی، نہ معاملات کی خلاف ورزی وہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جنھیں اللہ رب العزت نے انسانوں میں سب سے بلند مرتبہ عطا کیا ہے اور اپنے نبیوں، رسولوں اور پیغمبروں میں اس کو سب سے عظیم بنایا ہے۔

نبی تو اور بھی تھے، رسول تو اور بھی مبعوث ہوئے، پیغمبر اور بھی بھیجے گئے، سب سچے تھے اور سب خدا کے فرستادہ، سب نے توحید کا پیغام پہنچایا اور دعوت کا کام انجام دیا۔ ان کی زندگی کا مشن اور ہدف یہ تھا کہ وہ مخلوق خدا کو خدائے واحد کی جانب لے آئیں اور بندگانِ خدا اپنے خالق کی طرف رجوع کریں۔ وہ اس حقیقت کو جان اور سمجھ لیں کہ ان کا مالک صرف ایک ہے۔ اسی نے ان کو پیدا کیا اور وہی ان سے جواب طلب کرے گا یہی پیغام تھا جسے آخری پیغام کی صورت میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرزمین عرب میں مبعوث فرمایا گیا۔ آپ کا

ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے نبوت اب کسی اور کو نہیں ملے گی اللہ نے اس دروازے کو بند فرما دیا اگر کوئی اسے کھولنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ توہینِ رسالت کا مرتکب ہوتا اور اللہ کی منشاء میں دخل اندازی کا جرم کرتا ہے وہ جھوٹا ہے، کاذب ہے، اس کا انجام یہاں بھی بھیانک ہوگا اور آخرت میں بھی اسے سخت ترین عذاب سے دوچار کیا جائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہر انسان کے لیے ایک ایسا نمونہ ہے اور ایک ایسا آئینہ ہے کہ جس کو سامنے رکھ کر ہم اپنی زندگی کا آسانی کے ساتھ جائزہ لے سکتے ہیں کس جگہ ہم سے غلطی ہوئی کہاں ہم نے کمزوری دکھائی اور کس مقام پر ہم نے منشائے دین اور احکام دین کی خلاف ورزی کی۔

یہ بھی ایک سچائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیں کسی اور شخصیت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جسے ہم اپنا مقتداء بنائیں ہر چیز واضح ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا حصہ ہے ہر وہ چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں موجود ہے جو بارگاہِ الٰہی میں پسندیدہ ہے چند گوشوں کو دیکھتے چلیں سب سے پہلے قرآن کریم کی ان آیات مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی کا اعلان ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ o وَسَآءَتْ مَصِيْرًا o (سورۂ نساء)

ترجمہ: اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امرِ حق واضح ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے، اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی''۔

رسول کی مخالفت کرنے والا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلنے والا آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور سزا کے طور پر اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا ظاہر ہے جہنم جانے کی بری جگہ ہے۔ دوسری جگہ اللہ رب العزت کا حکم ہے:

''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه'' (سورۂ نساء)

ترجمہ: ''جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''

ایک اور موقع پر اللہ کا قرآن کریم میں فرمان ہے:

''وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا. (سورۂ احزاب)

ترجمہ: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا''۔

ایک اور موقع پر یہ ارشاد ہوا:

''وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا o (سورۂ نساء)

ترجمہ: ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مان لیگا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے

جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء و صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں‘‘۔

رب دو جہاں کا یہ بھی ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا. (سورۂ احزاب)

ترجمہ: ’’اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ امت کے لیے گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے لیے) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے لیے) ڈرانے والے ہیں (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں‘‘۔

قرآن کریم میں یہ بھی خداوندِ عالم نے فرمایا:

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا. (سورۂ نساء)

ترجمہ: ’’اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے‘‘۔

آیات ربانی کا خلاصہ کریں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے آپ کی ذات دنیا کے لیے ایک اُسوہ ہے آپ کی اطاعت کو خداوند کائنات نے اپنی اطاعت قرار دیا جو آپ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلا اس کو پروانۂ نجات ملا، جس نے اپنی الگ راہ بنائی اسے عذاب سے دوچار ہونا ہے، آپ مومنین کو بشارت دینے والے بنا کر بھیجے گئے اور کفار کو ڈرانے والے ہیں، آپ کا یہ امتیاز ہے کہ آپ اللہ کی جانب اللہ کے حکم سے ہی بلاتے ہیں اور آپ کی حیثیت اور آپ کا مقام ایک روشن چراغ کا ہے یہ آپ کی نبوت کے دلائل ہیں، یہ آپ کی پیغمبری کی نشانیاں ہیں، یہ آپ کی رسالت کے اختصاصات ہیں جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا اب آپ کی زندگی ہے آپ کی حیاتِ مقدسہ کے شب و روز ہیں، ساعتیں اور لمحات ہیں، سب پر نگاہ ڈالئے، سب گوشوں کو گھوم پھر کر دیکھئے اور اسے اس کسوٹی پر پرکھئے جو کسوٹی رب دو عالم نے قائم فرمائی ہے، ہر جگہ آپ ہی بلند، آپ ہی نمونہ اور آپ ہی مقتدا، واقعات کی روشنی میں دیکھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا خلقِ عظیم، آپ کا حلم و عفو، آپ کا صبر و استقامت، فطرتِ سلیمہ، ایفاءِ عہد، شجاعت و سخاوت، قناعت و توکل، دیانت و امانت، تواضع، نرمی اور شفقت، ایثار و تحمل، زہد و تقویٰ، خشیتِ الٰہی، رقتِ قلبی، فقر و صبر، کتنی مثالیں ہیں، کتنے نظائر ہیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی پاکیزہ ذات ہے کہ ہر جگہ عظمتیں آپ کے جلو میں چلتی ہیں، نکہتیں آپ پر سایہ فگن اور رحمتیں آپ کے دامن کا حسن ہیں، چند واقعات دیکھئے اور پھر اندازہ لگایئے کہ اللہ رب العزت نے جن رفعتوں سے آپ کو سرفراز فرمایا تھا، وہ واقعی اور حقیقی طور پر آپ کی ذات کا حصہ تھیں۔ ایثار و تحمل کا ایک واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

’’زید بن شعنہ پہلے یہودی تھے، ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں رہی جس کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ دیکھا ہو بجز دو علامتوں کے جس کے تجربے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی، ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ پر غالب ہوگا، دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا، اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل زیادہ ہوگا۔ میں ان دونوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آمد و رفت بڑھاتا رہا۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر تشریف لائے، حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک بدوی جیسا شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو بھرپور رزق تم کو ملے گا اور اب حالت یہ ہے کہ قحط پڑ گیا، مجھے ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نہ نکل جائیں اگر رائے مبارک ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اعانت ان کی فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی طرف جو غالباً حضرت علیؓ تھے، دیکھا تو انھوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود تو کچھ نہیں رہا۔ زید جو اس وقت تک یہودی تھے، اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر سکیں کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معین پر مجھے دے دیں تو میں قیمت پیشگی دے دوں اور وقت معین پر کھجوریں لے لوں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر باغ کا تعین نہ کرو تو میں معاملہ کر سکتا ہوں۔ میں نے اس کو قبول کر لیا اور کھجوروں کی قیمت اَسّی (۸۰) مثقال سونا (ایک مثقال مشہور قول کے موافق ۲/۱-۴ ماشہ کا ہوتا ہے) دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا اس بدوی کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ انصاف کی رعایت رکھنا اور اس سے ان کی ضرورت پوری کر لو۔ زید کہتے ہیں کہ جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابوبکر و عمر و عثمان بھی تھے، کسی کے جنازہ کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما تھے، میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتا اور چادر کے پلو کو پکڑ کر نہایت ترش روئی سے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میرا قرض ادا نہیں کرتے، خدا کی قسم تم سب اولادِ عبدالمطلب کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ بڑے نادہندہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے غصہ سے مجھے گھورا اور کہا کہ اے خدا کے دشمن یہ کیا بک رہا ہے خدا کی قسم اگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے اور تبسم کے لہجے میں حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عمرؓ میں اور یہ ایک اور چیز کے زیادہ محتاج تھے، وہ یہ کہ مجھے حق ادا کرنے میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو مطالبہ کرنے میں بہتر طریقے کی نصیحت کرتے جاؤ اس کو لے جاؤ اس کا حق ادا کر دو اور تم نے جو اسے ڈانٹا ہے اس کے بدلے میں بیس صاع کھجور (تقریباً دو من کھجوریں) زیادہ دے دینا۔ حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور پورا مطالبہ اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں۔ میں نے پوچھا یہ بیس صاع کیسے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے۔ زید نے

کہا کہ عمرؓ تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ انھوں نے فرمایا کہ نہیں، میں نے کہا کہ میں زید بن شعنہ ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ جو یہود کا بڑا علامہ ہے، میں نے کہا کہ ہاں وہی ہوں، انھوں نے فرمایا: کہ اتنا بڑا آدمی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم نے یہ کیسا برتاؤ کیا؟ میں نے کہا کہ علاماتِ نبوت میں سے دو (۲) علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کا مجھ کو تجربہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ پر غالب ہوگا، اور دوسرے یہ کہ ان کے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ ان کے حلم کو بڑھائے گا۔ اب دونوں کا بھی امتحان کر لیا اب میں تم کو اپنے اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا مال امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ ہے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور اسلام لے آئے۔ اس کے بعد سے بہت سے غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ (جمع الفوائد، خصائل نبوی)

آپ کی عظیم سیرت کا ایک واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ: ''ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھ اشرفیاں تھیں چار تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ کر دیں اور دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچ رہیں، ان کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام رات نیند نہ آئی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: معمولی بات ہے صبح ان کو خیرات کر دیجیے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے حمیرا! (حضرت عائشہؓ کا لقب ہے) کیا خبر ہے میں صبح تک زندہ رہوں یا نہیں''۔

آپ کی تواضع اس بات سے ظاہر ہوتی ہے ابواُمامہؓ روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اس طرح تم نہ کھڑے ہوا کرو اور فرمایا میں خدا کا بندہ ہوں، اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح بندے کھاتے ہیں اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جس طرح بندے بیٹھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برد باری اور متواضعانہ عادتیں کریمہ کی وجہ سے تھا'' (مدارج النبوۃ)

یہ اور اس قبیل کے لاتعداد واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے وہ منور اور پاکیزہ پہلو ہیں جو صدیوں سے انسانی قافلوں کے لیے رہنما ہیں وہ روئے زمین پر ایک ایسی ہستی کی صورت میں جلوہ افروز ہوئے تھے جن کو خداوند قدوس نے رہتی دنیا تک کل عالم کے لیے رحمت و نظیر بنایا تھا۔ آپ کے سوا کوئی اور نہیں جس کی مثال دی جائے آپ برگزیدہ نبی، انسانوں میں سب سے بلند انسان، اللہ کے محبوب ترین بندے، نبوت و رسالت کا تاج آخر، کائنات آپ کے نور سے سحر کے جلوے دیکھتی ہے اور آپ کے حسن و جمال سے شام اپنے آپ کو جاذب نظر بناتی ہے۔ ہزاروں درود اور سلام آپ پر، آپ کے اصحاب اور آپ کی اولاد پر۔

❀......✦......❀

عشقِ رسول اور علمائے دیوبند

❖ مولانا محمد ساجد قاسمی کبیر نگری
استاذ جامعہ ہٰذا

دیوبندیت نام ہے فکری اور عملی اعتدال کا، اس لئے جو شخص بھی افراط وتفریط کے بیچ کا راستہ اپنائے وہ دیوبندی کہلانے کا مستحق ہے، گویا کہ نبی اکرم ﷺ کی صحیح جانشین اور پاکیزہ جماعت صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جن جماعتوں نے قرناً بعدقرن اور نسلاً بعدنسلٍ اپنے کو ''مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ'' الحدیث. کا مصداق کامل بنایا اور مستحق جنت الفردوس ہوئیں، انہیں میں سے ایک مقدس جماعت کو اللہ رب العزت نے سرزمین ہند پر کفروشرک کی گنگھور گھٹاؤں میں توحید کی برق بے اماں بنا کر، ضلالت وگمراہی کی گھٹا ٹوپ وادیوں میں روشن وجگمگاتا ستارہ بنا کر، نورِ وحدت اور ایمان کی شمع فروزاں کرنے کے لئے منتخب فرمایا، یہ جماعت مقدسہ ذاتِ قدسیہ کی مدد سے دن رات حب نبوی سے سرشار، عشق الٰہی کے بحر بے کراں میں غرق دنیا و مافیہا سے بے نیاز، نتائج وانجام سے بے پرواہ، صرف اور صرف خدا پر بھروسہ کرکے اپنی منزل کی طرف گامزن رہی۔ ۱۸۵۷ء کے ناکام غدر کے بعد ان حضرات نے مختلف کارخانے لگائے جن کا مقصد ایسے افراد تیار کرنا تھا جو خلوص للّٰہیت کا ایسا پیکر ہوں جنہیں دیکھ کر قرنِ اوّل کی یاد تازہ ہوجائے۔ چنانچہ ''إنما الاعمال بالنیات'' کی وجہ سے صدق نیت کا ثمرہ سامنے آیا اور پوری دنیا نے دیکھا اور دیکھ رہی ہے۔ آج پورے عالم میں صحیح اور دین حق کی ترویج و اشاعت کا بیڑہ جس جماعت نے اٹھا رکھا ہے وہ بلاواسطہ اور بالواسطہ انہیں کارخانوں سے تیار ایسی جماعت ہے جنہیں دیکھ کر یقیناً قرنِ اول کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اگر آپ کو تجسس ہے اور جذبہ تلاش ہے کہ آخر اس دوراندیشی اور دوربینی کا محرک کیا تھا تو میں کہوں گا کہ محرک ایک نہیں بے شمار تھے پر سب کا جامع اور اصل محرک جناب محمد عربی ﷺ اور ان کی لائی ہوئی شریعت سے کامل عشق اور سچی محبت تھا، آیئے میں آپ کو اس کی ایک جھلک دکھلاتا ہوں۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ : (۱) آپ کی محبت کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ بلا رہے ہیں، فرطِ محبت میں بلا مال ومتاع، بے زادوراحلہ زیارت کے لئے نکل پڑے اور ۱۲۶۰ھ میں پہلی بار حرمین شریفین کی حاضری سے دل اور آنکھ کو ٹھنڈک پہنچا کر بے چین روح

کوسکون دیا، مزید برآں حب نبویؐ میں اس درجہ کمال حاصل تھا کہ جب جوار پاک شہ لولاک میں پہنچے اور صلوٰۃ و سلام پیش کیا تو حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے جواب سے مشرف ہوئے۔ کہتے ہیں کہ محبت میں محبوب کی ہر ادا سے پیار ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں ایک واقعہ ایسا ہی نقل کرتا ہوں:

(۲) بھوپال کے ایک مولوی صاحب حج کو گئے تھے، ساتھ میں ایک غیر مقلد بھائی بھی تھے۔ انہوں نے حضرت سے عدم تقلید کی شرط پر شرطیہ بیعت ہونا چاہا، آپ تو کامل پیر تھے، کہا بالکل شرط منظور ہے پر کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہو تو مولوی ایوب صاحب حنفی سے پوچھنا۔ چند ہی دنوں میں ترک تقلید کا بخار اترا اور رفع یدین، آمین بالجہر بلا کسی کے کہے ترک کر دی۔ حضرت کو اطلاع ہوئی، بلایا اور کہا بھائی اگر تمہاری رائے ان دونوں مسئلوں میں بدل گئی ہو تو خیر یہ بھی سنت، وہ بھی سنت لیکن اگر پیر کی وجہ سے چھوڑا ہے تو میں ترک سنت کا وبال اپنے سر نہیں لینا چاہتا۔ یہ واقعہ عشق حقیقی کا درس دینے کے ساتھ ساتھ آج کے نقلی شیدائیوں جو فرضی حکیم کی طرح تزکیہ نفس کا سائن بورڈ لگا کر یا عشق رسول کا بے دم ڈھول پیٹ کر اپنی دوکان تجارت کو فروغ دے رہے ہیں، کے لئے بھی سامان کافی ہے، یہی نہیں معاشرت میں بھی قدم قدم پر اتباعِ سنت پیش نظر ہوتا تھا۔

(۳) ایک مرتبہ ایک صاحب کافی دیر تک مجلس میں بیٹھے رہے اور دل لگی کی باتیں ہوتی رہیں، آپ نے مکمل ساتھ دیا اور اکتاہٹ ظاہر نہیں ہونے دی۔ بالآخر ان صاحب کو خود طوالت وقت کا احساس ہوا تو معذرت کی کہ حضرت میں نے آپ کی عبادت میں بہت حرج کیا اور آپ کا بڑا قیمتی وقت لے لیا۔ حاجی صاحب نے کہا میاں جی کیا کہہ رہے ہو، کیا روزہ اور نماز ہی عبادت ہے؟ دوستوں سے دل لگی عبادت نہیں، ان کا دل بہلانا، ان کو خوش کرنا کس عبادت سے کم ہے۔ سبحان اللہ مجلس دوستاں بھی عبادت کی تصویر اور سنت کی نظیر ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ : (۱) حضور ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ تم اپنی بیواؤں کا نکاح کرا دیا کرو۔ حضرت کی ایک بہن تھیں، نوے سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں۔ آپ عدت کے بعد ان کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے بہن! میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ بہن تھیں، کہنے لگیں کہو کیا کہتے ہو؟ عرض کہ بہن مجھے معلوم ہے کہ اس عمر میں آپ کو ازدواجی زندگی کی چنداں ضرورت نہیں ہے، پھر بھی امید ہے کہ آپ میری بات مان لیں گی۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنی بیوگان کا نکاح کر دیا کرو۔ اگر آپ نے بات مان لی تو قاسم کو ایک سنت پر عمل کی توفیق ہو جائے گی، یہ سن کر بہن پر گریہ طاری ہوگیا۔ آپ نے فوراً اپنا عمامہ بہن کے قدموں میں رکھ دیا اور کہنے لگے تیری وجہ سے مجھ کو ایک سنت پر عمل کی توفیق مل سکتی ہے۔ لاچار بہن نے بھائی کے سامنے ہتھیار ڈال اور حضرت کے اخلاص نے وہ رنگ دکھایا کہ آپ کی اس تحریک نے ہندوستان کی ہزاروں بیواؤں کو دولتِ نکاح سے مالا مال کر دیا۔

(۲) آپ نے حج کیا اور بڑے بڑے بزرگان دین آپ کے ہمراہ تھے، جن میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ بھی تھے قافلہ مکہ سے زیارت کی خاطر جب مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور آخری منزل ''بئر علی'' پر پہنچا تو آپ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے، نظر جب گنبد خضراء پر پڑی تو ایک دم سے اونٹنی سے نیچے اتر گئے اور جوتے اتار دیئے، سنگلاخ وادی میں ننگے پاؤں چلنے لگے اور نوکیلی کنکریاں پیروں میں چبھنے سے خوں رستا رہا، کسی نے کہا حضرت پاؤں زخمی ہیں، خون بہہ رہا ہے، جوتیاں پہن لیں۔ کہنے لگے یہ کیسے ممکن ہے چودہ سو سال پہلے میرے محبوب کے تو قدم انہیں جگہوں پر پڑے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی پاؤں کی جگہ قاسم کی جوتیاں پڑ جائیں اور گستاخی ہو جائے۔

عذل العواذل حول قلبي التائه ☆ وهوىٰ الأحبه منه في سودائه

کہ جب سودائے قلب میں محبت بسیرا بنا لیتی ہے تو تمام لعنت ملامت اور تکالیف ہیچ نظر آتی ہیں۔

(۳) حضرت گنگوہیؒ کا کہنا ہے کہ ۱۸۵۷ء غدر کے بعد لوگوں کو روپوش ہونا پڑا، کچھ گرفتار ہو کر پھر رہا بھی ہو گئے، لیکن مولانا قاسم کی سنت نبوی اور دربار نبوت کا کامل تعلق ہی وارنٹ جاری ہونے کے بعد بھی گرفتار نہ ہونے میں معاون رہا۔ چنانچہ جب اعزہ واقارب نے گرفتاری سے بچانے کی خاطر روپوش ہونے کے لئے اصرار کیا تو آپ نے تین دن بعد پھر بے خوف وخطر باہر گھومنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت دَوِش ہو رہی ہے، گرفتاری کا اندیشہ ہے۔ انگریز حکومت آپ حضرات کے جان کی پیاسی ہے، ابھی روپوشی ہی میں عافیت ہے۔ کہنے لگے بھئی جان کا کیا؟ مقدرات کو کون ٹال سکتا ہے؟ لیکن میں کیا کروں تین دن سے زیادہ چھپنا مجھے کہیں بھی آپؐ کے اسوہ میں نظر نہیں آتا۔ تلاش بسیار کے بعد صرف اتنا نظر آتا ہے کہ آپ غارِ ثور میں بہ وقت ہجرت دشمنوں سے تین دن ہی روپوش رہے۔ اس لئے میری طبیعت اس سنت کے خلاف پر کسی بھی طرح آمادہ نہیں ہوتی۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ! سچ ہے محبوب کا محبوب، محبوب ہوتا ہے، بھلا ایسے سچے عاشق کو مشیت ایزدی کب گرفتار کرواتی۔ چنانچہ آزاد پھرتے رہے اور انگریزی سی آئی ڈی آپ تک پہنچتے بھی رہے مگر گرفتاری کی نوبت نہ آئی۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوهیؒ : (۱) ایک صاحب حج سے آئے اور مدینہ سے کپڑا لائے اور حضرت کو ہدیہ پیش کیا۔ حضرت نے بڑے والہانہ انداز میں قبول کیا، اس کو چوما، آنکھوں سے لگایا۔ جب بھی قرار نہ آیا تو سر پر رکھ لیا۔ طلبہ نے کہا حضرت یہ تو دوسرے ملک کا بنا ہوا ہے، مدینہ کے تاجر اسے خرید کر آگے بیچ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مانتا ہوں کہ مدینہ کا تیار شدہ نہیں ہے لیکن اس کی عزت اس لئے ہے کہ مدینہ کی ہوا تو اس کو لگی ہے، اس کی عزت کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

(۲) اسی طرح ایک صاحب حج کا فریضہ انجام دے کر واپس آئے اور آپ کی خدمت میں مدینہ کی تین

کھجوریں پیش کیں، آپ نے ان کھجوروں کو اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اس کو اس طرح سمیٹا جیسے دنیا و مافیہا سے بڑھ کر کوئی دولت ہاتھ لگ گئی ہو۔ اس کے بعد اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ ہمارے جو قریبی ملنے والے ہیں ان کے ناموں کی ایک فہرست بناؤ، فہرست بن گئی جو پچاس سے زائد ناموں پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد اسی طالب علم کو حکم دیا کہ ان تین کھجوروں کے ناموں کے بقدر حصے بناؤ۔ حکم کی تعمیل میں حصے بن گئے جو انتہائی چھوٹے چھوٹے تھے، جو ظاہر ہے پھر کہا کہ میرے ہر دوست کو ایک ایک حصہ پہنچا دو، یہ سن کر ایک طالب علم نے کہہ دیا حضرت اتنے چھوٹے حصے سے کیا بنے گا؟ یہ سن کر آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور غضب ناک ہو کر فرمایا مدینہ کی کھجور ہے اور تو اس کے حصے کو چھوٹا کہتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد اس طالب علم سے کئی دنوں تک صحیح سے بات بھی نہیں کرتے تھے۔

(۳) حضرت شیخ الہند مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۱۳۱۹ھ میں بھائی صدیق کے ہمراہ ماہ ربیع الاول میں حج کے بعد حاضری ہوئی۔ آپ نے دریافت فرمایا حجرہ شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں؟ چوں کہ وہ احقر کے پاس موجود تھی اس لئے اٹھ کر بڑے ادب سے پیش خدمت کر دی آپ نے شرف قبولیت کے بعد اس کو اپنے سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ بعد عشاء سونے سے پہلے اتباعِ سنت میں اپنی آنکھوں میں لگاتے اور ساری عمر یہ معمول باقی رہا۔

(۵) آپ کی نفاست طبع اور نزاکت جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں لیکن جب آپ کے بعض متوسلین نے حجرہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا جلا ہوا زیتون کا تیل آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے اسے پی لیا حالاں کہ زیتون کا ذائقہ بذات خود کڑوا اور جلنے کے بعد اور بھی بے مزہ ہو جاتا ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ : (۱) مولانا عاشق الٰہی صاحب آپ کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ حضرت کو عرب آدمی ہی نہیں بلکہ ہر چیز، بالخصوص مدینہ منورہ کی مٹی بہت پیاری تھی، آپ زائرین کو بیر سبعہ کا پانی اور خاک مدینہ لے جانے کی ترغیب دیتے اور فرماتے کہ ان میں شفا ہے مگر ساتھ میں یہ بھی فرماتے کہ مٹی کھانا ناجائز ہے، ہاں لیپ وغیرہ میں استعمال کرنا۔

(۲) حج سے فارغ ہوئے مدینہ منورہ روانگی کا وقت آیا، چاروں طرف یہ افواہ پھیلی تھی کہ راستہ مامون نہیں، جان و مال کا خطرہ ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے دریافت کیا جو آپ کے دادا پیر تھے مولوی خلیل کہو کیا ارادہ ہے؟ سنا ہوں راستہ پر امن نہیں، اس لئے حجاج بکثرت وطن واپس جا رہے ہیں۔ مولانا نے جواب دیا حضرت! موت کا وقت تو مقرر ہے، کبھی نہیں ٹل سکتا، میرا مقصد تو مدینہ طیبہ کا پختہ ہے، اس راستے میں اگر موت آ جائے تو زہے نصیب۔ لیکن موت کے ڈر سے اگر مدینہ کی حاضری ترک کر دوں تو مجھ سے بڑا بدنصیب کوئی نہ ہوگا۔ حضرت حاجی صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا اور فرمایا بس بس تمہارے لئے یہی رائے ہے ضرور جاؤ، انشاء اللہ پہنچو گے۔

حضرت کا بیان ہے جس طمانیت خاطر سے میں پہنچا ہوں وہ میرا دل ہی جانتا ہے، پھر دو ہفتے حاضر آستانہ شفیع الامم رہ کر وطن واپس آ گیا۔

(۳) حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تین دعا اللہ سے مانگی تھیں: (۱) پرامن اسلامی حکومت کا عالم عربی میں قیام (۲) بذل المجہود کی تکمیل (۳) جوار نبویؐ میں تدفین۔ سو پہلی دونوں دعائیں تو قبول ہوئیں، انشاء اللہ تیسری بھی مقبول ہوگی اور ہوا ایسا کہ جب آپ نے آخری یعنی ساتواں حج اسی ذوق شوق سے کیا اور مدینہ سے وطن واپسی کا وقت آیا تو حضرت زکریاؒ بھی ساتھ تھے۔ فرماتے ہیں ہمیں رخصت کر دیا اور خود فرمایا میں تو نہیں جاؤں گا۔ اس کے بعد ۱۵/ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ بروز چہارشنبہ بعد نماز عصر وصال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ سبحان ایں سعادت بزور بازو نیست ☆ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ : (۱) اسی عشق کا نمونہ تھا کہ مالٹا کی اسارت کے زمانے میں بہ موقع قربانی جیل کے ذمہ دار سے کہا کہ ہم قربانی کا فریضہ ادا کرنا چاہتے ہیں، یہ بات اولاً قابل ذکر ہے کہ امن کے زمانہ میں حضرت کئی کئی قربانیاں بڑی طیب خاطر سے کیا کرتے تھے، یہ بھی معلوم تھا کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں چہ جائے کہ قیدی ہوں جہاں ذبح کی اجازت ہی نہیں ہوگی مگر جذبہ سنت اور عشق کا کمال اپنا اثر کیوں نہ دکھاتا، وہی جذبہ رنگ لایا، ذمہ داران متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ایک دنبہ قیمت سے سات گنا قیمت میں خرید کر دیا۔ حضرت نے خندہ پیشانی کے ساتھ قیمت ادا کی اور اس دارالکفر میں جہاں زوالِ سلطنت اسلامیہ کے بعد اس سنت ابراہیمی کی ادائیگی شاید ہوئی ہو بہ آواز بلند تکبیر پڑھ کر اس سنت کو ادا کر دیا اور ثابت کر دیا کہ ۔

قدم چوم لیتی ہے خود بڑھ کے منزل ☆ مسافر اگر اپنی ہمت نہ ہارے

(۲) خود حافظ قرآن نہ تھے، اس کے باوجود رمضان میں پوری رات قرآن سننے کا معمول ہوتا۔ حافظ طے ہو جاتے جو باری باری پارہ سنتے اور سنا کر چلے جاتے۔ آپ باری باری سب سے سنتے، اسی معمول میں ایک دن پاؤں میں ورم آ گیا، خوشی سے چہرہ دمک اٹھا، سبحان اللہ آج اللہ کے حبیب کی ایک سنت پر عمل کی توفیق ہو گئی۔

(۳) آپ کا معمول تھا وتر کے بعد دو رکعت نفلیں بیٹھ کر ادا کرتے تھے، کسی شاگرد نے کہا کہ حضرت بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب آدھا ہے، کہنے لگے ہاں مجھے معلوم ہے پر کیا کروں بیٹھ کر پڑھنا آپؐ سے ثابت ہے، یعنی ہمیں ثواب سے نہیں سنت سے مطلب ہے۔

امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ : آپ کا نام نامی علماء دیوبند کی ممتاز ہستیوں میں درج اور جلی قلم سے لکھا جاتا ہے۔ تحفظ ختم نبوت میں آپ کا فقید المثال کردار محمد عربیؐ کی

ذات سے ذرا سی الفت رکھنے والا بھی کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ آپ کی سوانح نگار لکھتے ہیں کہ آپ سنت نبوی کی اتباع میں ایسے فنا تھے کہ چلتے پھرتے شمائل نبوی کا پرتو معلوم ہوتے تھے۔ یہی نہیں کلام نبوت سے اس قدر عشق اور احترام تھا کہ مرض کے زمانے میں بھی پانچ سوصفحات احادیث مطالعہ کرنے کا معمول تھا،اس دوران اکڑوں بیٹھے،کیا مجال تھی کہ ٹیک لگاتے یا کسی اور طرح لیٹ کر مطالعہ کرتے۔ درس حدیث میں اگر عبارت پڑھتے وقت کسی طالب علم سے معمولی غلطی ہوجاتی تو انتہائی طور پر ناراض ہوتے اور **من کذب علیّ متعمدا الحدیث** سے طلبہ کو ڈراتے کہ کہیں بظاہر اس وعید میں شمول نہ ہوجائے۔

یہ عشق نبوی کی سوزش اور درد دروں تھا کہ جب فتنہ قادیانیت کی ہوائیں چلیں اور ناموس رسالت پر آنچ آئی تو مسلسل چھ مہینہ بے قرار رہے۔خود کا بیان ہے کہ چھ مہینے کے بعد اطمینان ہوا کہ انشاء اللہ یہ فتنہ مضمحل ہوجائے گا اور دین باقی رہے گا۔عشق کی انتہاء تو اس واقعہ پر ہوجاتی ہے کہ جب بھی آپ کو کسی ہفتہ معمول کے مطابق زیارت نہ ہوتی تو بے چینی اس قدر بڑھ جاتی کہ اس کی وجہ سے خونی اسہال شروع ہوجاتا کہ خدا جانے کیا گستاخی ہوگئی جو زیارت سے محرومی کا سبب بنی۔یہ کیفیت اگلی زیارت تک باقی رہتی،یہی نہیں آخری وقت میں جب نقاہت انتہائی بڑھ گئی تو تمام طلبہ اور متعلقین کو جامع مسجد میں جمع کیا اور یوں گویا ہوئے اگر اخروی نجات اور آں حضرت ﷺ کی شفاعت چاہتے ہو تو ختم نبوت کا کام کرو۔مرزا قادیانی سے تمہیں جتنی نفرت ہوگی اتنا تمہیں رسول اللہ ﷺ کا قرب حاصل ہوگا۔آپ کی وفات پر کائناتِ علم میں ایسی خاموشی چھائی کہ ہر ایک زبان حال سے علامہ اقبال کا یہی شعر حسرت وافسوس میں پڑھے جارہا تھا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ☆ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ : حضرت کا اسم گرامی اگر خدام دین محمدی میں سونے کے قلم سے سنہری حروف میں لکھا جائے تو حق عظمت ادا نہ ہوگا۔آپ کا تعلقِ دین اور محبت رسول اور عشقِ نبی کا اندازہ آپ کی تصنیفات،تالیفات،خطوط ورسائل،مواعظ اور خود بے نظیر تفسیر قرآن اردو میں ''بیان القرآن'' سے لگایا جاسکتا ہے۔

(۱)ایک مرتبہ کسی نے کہا حضرت!میلاد النبیؐ کے موقع پر نبیؐ کا نام لینے سے آپ جلتے ہیں؟ایسا لوگوں کا کہنا ہے۔کہنے لگے حاشا وکلا،توبہ توبہ آپؐ کا ذکر اور نام لینا تو جز وایمان ہے ہاں جن خرافات کو روکنے کی بات آپؐ نے خود فرمائی ہے اسے روکنا بھی عین محبت ہے۔سنت نبوی پر آپ کے عمل کرنے کے جہاں بے شمار واقعات حب نبوی کی شہادت پیش کررہے ہیں وہیں یہ واقعہ بھی ملاحظہ ہو:

(۲)ایک مرتبہ اہلیہ کے ساتھ ایک گاؤں میں دعوت کے لئے جارہے تھے،ساتھ میں کوئی نہ تھا،جنگل کا سفر،

سوچا بہت سی سنت پر عمل کی توفیق ہوتی رہتی ہے، الحمدللہ مگر اہلیہ کے ساتھ دوڑ لگانے کی سنت پر کبھی عمل کا موقع نہیں ملا۔ آج وقت آ گیا ہے، چنانچہ اہلیہ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کر کے اپنے دل بے قرار کو قرار بخشا، جسے آپ کی عاشقانہ اور والہانہ کیفیت کا اندازہ لگانا ہو وہ آپ کی لاجواب اور عارفانہ تصنیف ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' پڑھے۔ آپ اپنی محبت کا اظہار کبھی کبھی اس طرح بھی فرماتے تھے کہ ماہ ربیع الاول شریف کے ساتھ شریف اس لئے لگاتا ہوں کہ اس ماہ میں آپ ؐ کی ولادت شریف ہوئی ہے اور جس زمانہ کو یہ شرف حاصل ہو جائے کہ اس میں آپ کی ولادت شریف ہو اس میں شرف کیوں نہ آئے گا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ کیا عشق ہے۔ یہی نہیں جب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے جو بانی اور امیر اول ہیں تحفظ ختم نبوت کے، مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی خیر المدارس ملتان کے ہمراہ حضرت کے آستانہ پر حاضری دی اور عرض کیا حضرت! میں نے مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ایک شعبہ قائم کیا ہے اس کا کام صرف اور صرف تحفظ ختم نبوت، ردقادیانیت اور تبلیغ اسلام ہے۔ یہ سن کر حضرت نے اس شعبہ کی رکنیت کی سالانہ فیس پوچھی۔ جواب ملا ایک روپیہ۔ آپ نے فوراً پچیس سال کی فیس جمع کر دی اور کہا اگر پچیس سالوں سے پہلے فوت ہو گیا تو ختم نبوت کے رکن کی حیثیت سے میری موت ہو گی اور خدا کرے ایسا ہی ہو۔ اللہ کی شانِ کریمی دیکھیں حسن اتفاق سے آپ کا انتقال بھی اسی عرصہ میں ہو گیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ : حضرت علیہ الرحمہ کے کمالات کہاں تک رقم طراز کریں، جسے دیکھنا ہو آپ کی سوانح دیکھ لے۔ چند واقعات آپ کے نقل کرتا ہوں۔

(۱) مدینہ میں قیام کے دوران روضہ پاک اور اس کے آس پاس کی جگہ کو اپنی داڑھی مبارک سے صاف کرنا آپ کا معمول تھا، کبھی عشاء کے بعد، کبھی تہجد میں، سنت سے اس درجہ لگاؤ تھا کہ جب سلہٹ میں آپ کے ساتھ انتہائی ناروا سلوک ہوا جس حادثہ میں کربلا کا منظر سامنے آ گیا، لوگوں نے کہا قوم کے لئے بددعا کریں، کہنے لگے جب اللہ کے رسول نے بددعا نہیں کی تو میں کیسے کروں؟ اللہ اس قوم کو ہدایت دے، یہی نہیں بخاری کے درس میں جب مسواک کی فضیلت کا باب آتا تو طلبہ میں آپ مسواک تقسیم کرتے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس راہ عشق (حج) کے مراد آں حضرت ﷺ ہیں، اس لئے پہلے مدینہ جانا افضل ہے، جب کہیں جمعہ کے دن فجر کی نماز پڑھانے کا اتفاق ہوتا تو الم سجدہ اور سورۂ دہر تلاوت فرماتے اور کہتے کہ ائمہ ہندوستان نے اس سنت کو صرف ترک ہی نہیں کیا بلکہ فراموش کر چکے ہیں، اس لئے میں یہی سورتیں تلاوت کرتا ہوں تا کہ ان میں کچھ اتباع کا جذبہ بیدار ہو۔ اسی طرح جمعہ کی نماز میں سورۂ دہر اور سورہ غاشیہ کی بھی پابندی کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ کی چیزوں میں ہرگز عیب نہ نکالنا چاہئے بلکہ وہاں کی مصیبتوں کو خوشی سے برداشت کرنا چاہئے، وہاں کے باشندوں کا احترام کرنا چاہئے، کوئی تکلیف پہنچے تو ہنسی خوشی برداشت کر لینا چاہئے۔ بیعت رضوان جس درخت کے نیچے ہوئی تھی اسے کیکر

کا بتایا جاتا ہے، اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے بظاہر دو درخت دارالعلوم کی پھلواری میں لگوادیئے۔ ایک حدیث پر عمل کرنے کے لئے ٹرین میں ایک کافر کے لئے بیت الخلا صاف کیا، اتباع سنت کا جنون اس قدر تھا کہ آپ کا تکیہ اور بستر آخری عمر تک کھجور کی چھالوں کا رہا۔ حدیث سے اس درجہ ربط تھا کہ اہل اہتمام، متعلقین اور اساتذہ کے اصرار بسیار کے باوجود طلبہ کے سہارے ٹیک لگا کر دارالحدیث آتے اور دو دو تین تین گھنٹے درس فرماتے۔ سبحان اللہ آپ کا ہر عمل، ہر قول سنت کے مطابق ہوگیا تھا، گویا کہ سنت پر عمل کرنا آپ کی طبیعت بن چکا تھا۔ سچ کہا کہنے والے نے ؎

وہی سمجھا جائے گا شیدائے جمالِ مصطفیٰ ☆ جس کا حال حالِ مصطفی جس کا قال قالِ مصطفیٰ

اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے سنت کا اس قدر اہتمام تھا کہ اگر کوئی آپ کی آمد پر خدام یا متعلقین میں اکراماً کھڑا ہوجاتا تو اسے ڈانٹنے لگتے، اظہارِ ناراضگی کرتے، برافروختہ ہوجاتے اور فرماتے آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ آپ ﷺ کو اس طرح کھڑے ہونے سے ناگواری ہوتی تھی۔ حج کو عشق اور حجاج کو عشاق کہا کرتے تھے اور ذی الحجہ کی دس راتوں میں بے چین رہتے اور کہا کرتے نہ معلوم عشاق اب کیا کررہے ہوں گے۔ اے خدا اس غلام کو کب حاضری کی توفیق ہوگی۔ آپ کے حبہ قلب اور سوداء جگر میں عشق نبی اور عشقِ خدا اس قدر جاگزیں تھا کہ یاد عشاق میں رات کی نیندیں وقت کا کھانا سب فراموش کردیتے اور اضطراب اور بے چینی کے عالم میں مبتلائے گریہ ہوجاتے۔ اسی سچی محبت کا نتیجہ تھا جب اللہ نے بلایا تو اٹھارہ سال تک مسجد نبویؐ میں روضہ اطہر کے سامنے قال قال **هذا الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم** کے الفاظ سے درس حدیث دیا اور منامی زیارت کا ذکر ہی کیا کئی مرتبہ بیداری میں شرف زیارت ہوکر شیخ الحرمین کی سند سے سرفراز ہوئے۔

بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ : آپ کا کارنامہ اور صدقہ جاریہ آج عالم اسلام ہی میں نہیں بلکہ عیسائیت اور بدھشٹ ممالک کے اندر بھی۔ ایک بے آب وگیا صحرا میں شیرین اور آب زلال کے چشمہ کے مانند جاری وساری ہے۔ آپ کو سنت نبویؐ سے اس قدر لگاؤ تھا کہ آپؐ کی امت کے لئے ایسا کیا کیا جائے جو امت میں بھولی بسری بات ہوچکی ہے۔ طبیعت ہر وقت بے چین رہتی تھی، اضطراب میں کسی پل چین نہ ملتا تھا، تدریس چھوڑ کر بیعت وارشاد میں لگے، پھر بھی چین نہ آیا، آخر ہجرت کر کے مدینہ گئے، وہاں بھی سکون نہ ملا، بالآخر مسجد نبوی میں حالت اعتکاف میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا الیاس واپس ہندوستان جا۔ خدا تجھ سے وہاں کام لے گا۔ آخر عاشق زار کو معشوق مطلوب کا حکم تھا، چار و ناچار واپس آئے اور خوب مراقبہ کیا، نمازیں پڑھیں، بالآخر اللہ نے یہ منت وسماجت مان ہی لی اور طریقہ کار خواب میں سمجھایا جو آج تبلیغی جماعت کے نام سے پورے عالم پر چھایا ہوا ہے۔ چنانچہ اس درد درماں کا علاج اور دوا آج

مل گئی کہ مسلمانوں کے بہ وقت زوال تبلیغی کام جو کارِ نبوت کا سب سے اہم ستون اور آپ ﷺ کے آخری خطاب کا جز وجلی ''فلیبلغ الشاھد الغائب'' یعنی طلب گار کو چھوڑ بے طلبوں میں دین کی روح پھونکنے کا جذبہ مردار ایک بار پھر زندہ کرنے کا مطالبہ تھا، اس مطالبہ کی تکمیل کے لئے ایک دل دردمند کی حاجت تھی جو سینہ الیاسی میں دھڑک رہا تھا۔ نتیجۃً آگ موجود تھی، ہوا کی ضرورت تھی، تحریک ملتے ہی آپ نے وہ کارنامہ انجام دیا جو آج کی اس صدی میں ناپید اور بے مثال ہے۔ آپ کی تڑپ اور کرب کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ رات کو اٹھ کر بے قراری میں ٹہلنے لگے، زبان پر یہ الفاظ بار بار جاری تھے یا اللہ میں کیا کروں؟ یا اللہ میں کیا کروں؟ اہلیہ محترمہ کی آنکھ کھل گئی، کہنے لگیں کیا بات ہے؟ پیٹ میں درد ہے یا کچھ تکلیف ہے؟ کیوں بے چین ہو؟ کہنے لگے اگر وہ بات تمہیں معلوم ہو جائے جو مجھے بے چین کر رہی ہے تو جاگنے والا ایک نہیں دو ہو جائیں۔

اشاعت دین کا جذبہ اس حد تک آپ کے رگ و ریشے میں پیوست تھا کہ آخری وقت میں جب علالت اور نقاہت نے بستر سے اٹھنا اور خود چلنا پھرنا دشوار کر دیا اور خادم کے سہارے ہی نشست برخاست کے امور انجام دیتے تھے ایسی حالت میں سنن ونوافل کا پابندی سے ادا کرنا اگر چہ بیٹھ کر ہوتا پھر بھی فرائض کو پوری تندہی سے کھڑے ہو کر پڑھنا اگر چہ بعد فراغت جگہ سے اٹھنے کی بھی سکت نہ رہ جاتی تھی دین سے عشق اور سنت کے احیاء کا جنون نہ کہیں تو پھر کیا کہیں؟

حرمین کا پیغام
خادم الحرمین کے نام

❖ پروفیسر محسن عثمانی ندوی

سیاست کی راہ بھی بڑی عجیب وغریب ہوتی ہے،کبھی گلزار،کبھی خارزار،کبھی آسان،کبھی دشوار،کبھی شاخ گل کبھی تلوار،ہم حرم مکی ہیں اور ہم حرم مدنی ہیں،ہم صرف دین محمد کے ترجمان اور شریعت کے پاسبان ہیں،ہمارے مینارے پورے عالم اسلام پر نظر رکھتے ہیں،ہم سیاست کے نشیب وفراز سے واقف ہیں،اور حالات کی کروٹوں پر نظر رکھتے ہیں۔جو بھی اسلام اور مسلمانوں کے لئے صحیح کام کرتا ہے ہم اس کے لئے دل سے دعا گو ہوتے ہیں اور جو بھی غلط کام کرتا ہے چاہے وہ اسی سرزمین کا فرماں روا ہی کیوں نہ ہو،ہماری روح اس کو ماننے سے ابا کرتی ہے۔کسی حکومت سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ہم سے محبت کرنے والے ایک ہندوستانی شاعر نے اپنے بارے میں جو کہا تھا وہی شعر مجھ پر صادق آتا ہے۔

جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

ہمارے ہی میناروں نے کل سعودی حکومت کی عبدالفتاح سیسی نوازی پر اور اخوان دشمنی پر خون کے آنسو بہائے تھے،آج ہمارے ہی مینارے خادم الحرمین سلمان بن عبدالعزیز کی،حوثیوں کی یورش کو کچلنے کی کوشش پر اور سیاست میں صحیح روش اختیار کرنے پر تعریف کرنے پر مجبور ہیں،یمن میں یہ اقدام دین اسلام کا عین تقاضہ ہے اور اسلام کی حفاظت کے لئے ایک صحیح اور ضروری قدم ہے۔

خادم الحرمین سلمان بن عبدالعزیز،آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کی عزت ہمارے نام سے ہے،ساری دنیا میں آپ کا نام محترم ہی اسی لئے ہے کہ اس میں ہماری طرف یعنی حرمین کی طرف نسبت کی گئی ہے،ساری دنیا میں مسلمانوں کے طائرِ روح کا نشیمن حرمین کی سرزمین ہے وہ اس کے لئے اپنی جانیں قربان سکتے ہیں اور اپنا سب کچھ نثار کر سکتے ہیں،چوں کہ آپ کی نسبت حرمین کی طرف ہے اس لئے آپ کے صحیح اقدام سے تمام

مسلمانوں کو خوشی ہوتی ہے، اس وقت آپ نے یمن میں جو اقدام کیا ہے وہ درست بھی ہے اور بروقت بھی ہے، علی عبداللہ صالح نے شیعہ حوثیوں سے مل کر اور ایران کے تعاون سے ہادی منصور کی جائز حکومت کو ختم کرنے کی کوشش کی، ہمارے میناروں نے اسلحہ سے بھرے ہوئے پانی کے جہاز دیکھے ہیں، جو ایران سے بھیجے گئے تھے تاکہ ملک کے اندر خلفشار پیدا کیا جائے اور شیعیت کے قدم جمائے جائیں اور حرمین کی سرزمین کو شہ مات دی جائے۔ اس طرح یمن میں ایرانی سرگرمیوں نے سعودی عرب کے لئے داخلی سلامتی کا مسئلہ پیدا کر دیا تھا، اس لئے سعودی عرب کو اس کا نوٹس لینا ہی تھا، جب ملک کے پایہ تخت صنعاء پر حوثیوں نے جارحانہ کارروائی کے ذریعہ قبضہ کرلیا تھا اور قصر صدارت کو زیر نگین کرلیا تھا اور ہادی منصور کو جو یمن کے جائز اور دستوری فرماں روا ہیں اور دنیا کے تمام ملک ان کی اس حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں، بیرون ملک پناہ لینی پڑی تھی، اس وقت یمن کے فرماں روا منصور ہادی نے حوثیوں کی جارحیت کے خلاف سعودی عرب سے مدد طلب کی تھی دنیا کے ہر قانون کے تحت یمنی صدر کی مدد کے لئے سعودی عرب کا یہ اقدام درست ہے، اس پر ایران کو اور اخبارات میں ایران کی لابی کو واویلا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج ایرانی لابی اخبارات میں اس خبر کو اس طرح پیش کر رہی ہے جیسے سعودی عرب نے کسی جارحیت کا ارتکاب کیا ہے۔ شام اور عراق میں ایران کی کھلی ہوئی جارحیت پر یہ اخبارات خاموش رہتے ہیں۔ شام میں جو ناقابل بیان ظلم ہوا ہے چشم فلک نے اس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں دیکھی ہے۔

خادم الحرمین سلمان بن عبدالعزیز! آج کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ آپ کی حکومت نے ایرانی جہاز کو ہوائی اڈے پر اترنے نہیں دیا، اس میں عازمین عمرہ سوار تھے اور یہ اس وجہ سے کہ پہلے سے جہاز کی روانگی کی کوئی اطلاع تھی اور نہ سعودی عرب میں جہاز کے اترنے کی اجازت حاصل کی گئی تھی۔ میری آنکھوں نے اپنی دوربین نگاہوں سے شام میں ایرانی حکومت کی اور حزب اللہ کی سفاکانہ غارت گری دیکھی ہے۔ تین لاکھ معصوم جانیں شام میں ہلاک ہوچکی ہیں اور بیس لاکھ پناہ گزین ہیں، اگر چہ بظاہر یہ کارروائی بشار الاسد کی ہے لیکن اگر بشار کی حمایت میں ایران کا پنجہ سفاک اور دست غارت گر نہ ہوتا تو بشار کو بہت پہلے ملک چھوڑ دینا پڑتا۔ لاکھوں معصوم بچوں، عورتوں اور مردوں کے قتل کے خون کے دھبے ایران کے دامن پر ہیں۔ اگر اس کی پاداش میں سعودی عرب، ایران کے ان تمام عازمین حج وعمرہ کو اس وقت تک کے لئے حج اور عمرہ سے روک دے جب تک ایران، شام وعراق میں ظلم و سفاکی سے دست کش اور دامن کش نہیں ہوجاتا تو سعودی عرب کا یہ اقدام غلط نہیں ہوگا۔ آخر شام کے لاکھوں مظلوموں کی دادرسی کیسے ہوگی اور ملک شام کی سیاہ رات کب ختم ہوگی؟ ایران کے توسیع پسندانہ عزائم بہت خطرناک ہیں، شام پر اس کا قبضہ، عراق پر اس کا قبضہ، لبنان پر اس کا قبضہ، یمن اور بحرین اس کے نرغے میں، آخر وہ وقت کب آئے گا کہ ایران کے بے پناہ ظلم وستم کے خلاف اسلامک ملک حرکت میں آئیں گے۔ اسلام اور عالم اسلام کو سب

سے بڑا خطرہ ایران سے ہے، کسی کو غلط فہمی نہ ہو، ہم شیعہ اور سنی کی بات نہیں کرتے ہیں، شیعیت تو یزید کے مقابلہ میں حق کا اور امام حسین کا ساتھ دینے کا ایک تاریخی حوالہ ہے، کیا ایران کو شیعیت یہی سکھاتی ہے کہ وہ یزید سے زیادہ بدکردار بشار کی حمایت کرے جس کی حکومت کا کوئی جواز موجود نہیں اور ان اسلام پسند جماعتوں سے لڑے جو شام میں اقتدار کی تبدیلی چاہتے ہیں۔ ہم خادم الحرمین سے یہ نہیں کہتے کہ وہ شیعہ مسلک کے لوگوں کو حج اور عمرے سے روک دیں، لیکن اگر وہ ایران سے حج اور عمرہ پر آنے والوں پر روک لگا دیں تو یہ اقدام پورے طور پر قرین انصاف ہوگا۔ ایران کی موجودہ حکومت حسینیت کی نہیں یزیدیت کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایران میں ہزاروں شیعہ ہیں اور ان میں بعض مرجعیت کا درجہ رکھتے ہیں جو شام کے سلسلہ میں اپنی حکومت کی پالیسی سے ناراض ہیں اور اس پالیسی کو شیعہ مخالف پالیسی سمجھتے ہیں اور عرب چینلس پر ان کے انٹرویو نشر ہو چکے ہیں۔

عالی مرتبت جناب خادم الحرمین سلمان بن عبدالعزیز! آپ کی عالی مقامی ہمارے دم سے ہے، ہمارے بینارے جو باتیں گوش گذار کر رہے ہیں انہیں غور سے سنئے، دنیا کے تمام مسلمانوں نے آپ کی ذات سے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں، آپ نے اقتدار سنبھالتے ہی فوراً خالد التویجری کو بڑے بھائی کی تدفین سے پہلے ہی معزول کر دیا، آپ کو شاید اندازہ ہو نہ ہو کہ عالم اسلام میں ہر گھر میں اس خبر کے چرچے تھے کیوں کہ گذشتہ عہد میں آپ کے بڑے بھائی کی بیماری اور معذوری کا فائدہ اٹھا کر سارے غلط فیصلے اسی شخص نے کرائے تھے، لوگوں کا خیال ہے کہ عالم اسلام کی مسلم اور محترم دینی جماعت الاخوان المسلمون کو دہشت گرد قرار دینے میں بھی اسی تویجری کا ہاتھ تھا اور پھر اخوان کی جمہوری اور دستوری حکومت کو ختم کر کے عبدالفتاح سیسی جیسے فاسد اور مفسد شخص کی حمایت اور مالی مدد بھی اسی تویجری کے ایماء اور اشارے پر ہوئی تھی، آج ہزاروں مظلوم اور بے کس اور بے سہارا لوگ مصر کی جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں اور سینکڑوں کو پھانسی کی سزا دی گئی ہے۔ آپ کے اقتدار کے تخت پر جلوہ افروز ہونے سے ان مظلوموں کے لئے امید کی کرن پیدا ہوئی ہے کہ آپ حصار ظلم وستم کو گرائیں گے اور وہاں اندھیری رات ختم ہوگی اور سورج طلوع ہوگا۔ مسلمانوں کو مایوس مت کیجئے، آپ مصر پر دباؤ ڈالئے، بے قصور لوگوں کو رہا کروائیے۔ جب لوگوں کو صحیح یا غلط یہ خبر ملی تھی کہ عبدالفتاح سیسی جب آپ سے تعزیت کے لئے ملنے آئے تو آپ نے ان سے ملنا پسند نہیں کیا، آپ کو اندازہ نہیں ہوگا کہ ہزاروں لاکھوں مسلمان گھروں میں کیسی خوشی اور مسرت کی لہر اس خبر سے دوڑ گئی تھی، دنیا کے مسلمان آپ سے یہ امید لگائے ہوئے ہیں کہ آپ اپنے پیش رو کی غلطیوں کو بتدریج ٹھیک کریں گے اور سعودی عرب کے وقار کو پورے طور پر بحال کریں گے۔

محترم المقام خادم الحرمین الشریفین! میری دوربین آنکھوں نے عالم اسلام کی دینی کانفرنسوں کو دیکھا ہے اور علماء، مشائخ اور اہل دین کی آوازیں میرے کانوں تک پہنچی ہیں۔ میرے کانوں کو دنیا کے بہت سے ملکوں اور بین

الاقوامی کانفرنسوں میں تقریروں کے سننے کا موقع ملا ہے۔عبدالفتاح سیسی جیسے مجرم کی مدد نے سعودی عرب کی شہرت کوداغ دار کیا تھا، میں اگر چہ حرم کا مینار ہوں،لیکن اللہ کے فضل سے میری قوت مشاہدہ بہت تیز ہےاور میری قوت سماعت حیرت انگیز ہے،آپ یقین کیجئے کہ میں نے جو کچھ اس وقت آپ سے کہا ہے یہ پورے عالم اسلام کی آواز کی صدائے بازگشت ہے۔ہمیں نہیں معلوم کہ یہ آواز آپ کے کانوں تک پہنچی یا نہیں پہنچی ہے۔ساری دنیا میں آپ کے جو سفارت خانے ہیں ان کا کام ہے کہ عالم اسلام کے جذبات کو آپ تک پہنچائیں،اس لئے کہ عالم اسلام آپ سے جتنی محبت کرتا ہےاور کسی سے نہیں کرتااور یہ آپ کی بھی ذمہ داری ہے کہ عالم اسلام کواعتماد میں لے کر وہ قدم اٹھائیں جس سے اسلام سرسبز وسربلند ہو۔اس وقت شام کے معصوم باشندوں کی دادرسی کرنااور ان کوظلم سے بچانااور ایران کوکیفر کردار تک پہنچانا آپ کی منصبی ذمہ داری ہے۔

میری جانب نسبت کرنے والے معزز ومکرم خادم الحرمین، میں نے جو باتیں آپ کے گوش گذار کی ہیں وہ آپ کے التفات کی مستحق ہیں، میں منارہ حرم ہوں لیکن خدانے مجھے زبان دی ہے۔(**اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ**)

آپ نہ صرف یمن کا بلکہ ایران کی ریشہ دوانیوں کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیجئے۔یمن میں اس وقت آپ کا اقدام سو فیصد درست ہے،اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اخبارات میں بھی ایرانی لابی اتنی طاقت ور ہوگئی ہے کہ اس میں حق بات کوسامنے آنے نہیں دیا جاتا ہے۔کوئی ایران پر تنقید کرے یا عراق کے حکمراں پر تو وہ بیان شائع نہیں ہوسکتا،شام میں حکومت کے خلاف لڑنے والوں کی مذہب میں بیان شائع ہوگا لیکن بشاراور ایران کی مذمت میں کوئی بیان یا مضمون شائع نہیں ہوسکے گا اور یمن میں سعودی حکومت کے جائز اقدامات کی کوئی حمایت کرے تو اخبارات میں یہ خبر تشنہ طباعت رہ جائے گی،کوئی ایسی خبر زیورطبع سے آراستہ نہ ہوسکے گی جس میں سعودی حکومت کی حمایت ہواور ایران موضوع تنقید ہو۔ابھی کچھ دن پہلے ہندوستان میں عربی زبان کے اساتذہ کی طرف سے سعودی عرب کی حمایت میں بیان جاری کیا گیا تھا انہیں اخبارات میں عام طور پر جگہ نہیں مل سکی۔ان چیزوں کا نوٹس لینااور مناسب اقدام کرنا آپ کے سفارت کاروں کا کام ہے۔یہ سفارت کاروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جانیں کہ وہ کون سے اخبارات ہیں جو سعودی عرب کو طاقت وراور معزز دیکھنا چاہتے ہیں اور وہ کون سے اہل قلم ہیں جو سعودی عرب سے محبت کرتے ہیں اور کبھی تنقید بھی کرتے ہیں تو بر بنائے اخلاص اور ایک دینی فریضہ کے طور پر۔آنکھ بند کر کے ہر اقدام کی حمایت کرنا انہوں نے سیکھا ہی نہیں ہے کیوں کہ قلم ان کے ضمیر کی ایک امانت ہے اور عدل کی میزان ہے،انہیں نہ حرص کرم ہے نہ خوفِ خمیازہ۔

❁......✦......❁

برِّصغیر میں اشاعتِ اسلام

❖ مولانا محمد فاروق خان

اسلام کا پیغام خود نبی کریم ﷺ کی زندگی میں جزیرۂ عرب سے باہر دوسرے ملکوں میں پہنچنا شروع ہوگیا تھا۔ نبی ﷺ نے خود قیصر و کسریٰ کو دعوتی خط روانہ فرمایا تھا۔ دنیا سے آپ کو رخصت ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اسلام دنیا کے ایک بڑے حصہ پر چھا گیا اور اس کا پیغام دور دراز کے علاقوں تک پہنچ گیا۔ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے۔ خود حضور ﷺ کو اس ملک سے خصوصی دلچسپی تھی اور آپ چاہتے تھے کہ یہ ملک دینِ حق کی برکات سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کو بشارت دی جو ہندوستان میں دعوتِ حق کے پہنچانے کی عظیم ذمہ داری ادا کریں گے۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے دو گروہوں کو اللہ نے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھا، ان میں سے ایک جماعت وہ ہے جو ہندوستان کے غزوے میں شریک ہوگی۔'' (نسائی)

صحابہ کرام: آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ نے ہندوستان کی طرف توجہ کی۔ ۱۵ھ سے صحابہ کرامؓ کے نفوسِ قدسیہ سے ہندوستان کو فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ ہندوستان میں صحابہؓ کی آمد ۱۵ھ سے شروع ہوئی اور یہ سلسلہ بعد تک جاری رہا۔ حضرت عمرو بن العاص ثقفیؓ جو بحرین کے گورنر تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں عمان کے راستے سے ہند کے ساحل پر ایک لشکر بھیجا تھا، یہ لشکر تھانہ (ممبئی) اور بھڑوچ (گجرات) تک پہنچ گیا تھا۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ بھی بحرین کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ انہوں نے تین طرف سے ہندوستان پر فوج کشی کی تھی۔ یہ فوج کشی ان کے بھائی حکم بن ابی العاصؓ کی سرکردگی میں کی گئی تھی، اس مہم میں تھانہ (علاقہ ممبئی) اور بھڑوچ (گجرات) دونوں ساحلی مقاموں پر فتح حاصل ہوئی۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ نے ایک بحری فوج اپنے دوسرے بھائی مغیرہ بن ابی العاص کی زیرِ قیادت دیبل کی طرف روانہ کی تھی۔ یہ لشکر بھی فتح یاب ہوا۔ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ لشکر کشی کا اصل مقصد اشاعتِ اسلام تھا۔ جنگ کی نوبت اسی وقت آتی جب اشاعتِ اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتیں۔

حضرت علیؓ نے ۳۰ھ میں حارث بن مرہ عبدیؓ کو اس کی اجازت دی کہ وہ رضا کاروں کی جماعت لے کر ہندوستان کا رخ کریں۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نے بھی ہندوستان کا رخ کیا تھا۔ مہلب نے دریائے سندھ کو پار کر کے ملتان تک فتح کر لیا تھا، اسی لئے بعض تاریخ کی کتابوں میں انہیں ہندوستان کا فاتح اول کہا گیا ہے۔

محمد بن قاسم : ہندوستان میں اشاعتِ اسلام کے تعلق سے محمد بن قاسم کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ محمد بن قاسم کی فوج کشی کے وقت لنکا میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی تھی اور عربوں کی تجارت کا ایک مرکز بن چکا تھا۔ لنکا سے عرب تاجروں کا ایک جہاز عراق جارہا تھا جس کو سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب راجا داہر کے لوگوں نے لوٹ لیا۔ عرب تاجروں کو قید کرلیا گیا جن میں ایک لڑکی بھی تھی۔ حجاج کو جب اس کی اطلاع ملی تو حجاج نے راجا داہر کو لکھا کہ عربوں کو عزت کے ساتھ بصرہ روانہ کردے اور مجرموں کو قرارِ واقعی سزا دے۔ داہر نے اس مطالبے کو رد کردیا اور کہلا بھیجا کہ یہ حرکت بحری ڈاکوؤں کی ہے جو میرے بس سے باہر ہیں۔

حجاج نے محمد بن قاسم کو لشکر کے ساتھ سندھ روانہ کیا۔ محمد بن قاسم کی عمر اس وقت صرف ۱۷؍سال تھی لیکن وہ بڑی سوجھ بوجھ کے مالک تھے۔ محمد بن قاسم سندھ جاتے ہوئے، سیرستان کے علاقے سے گزرتے تو چنا قوم نے اپنے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ چھپ کر مسلمانوں کے حالات سے واقفیت بہم پہنچائے۔ وہ جب اسلامی لشکر کے قریب آیا تو اس وقت محمد بن قاسم نماز کے لئے صفیں درست کرارہے تھے۔ اسلامی لشکر نے محمد بن قاسم کی امامت میں نماز ادا کی۔ چنا قوم کے آدمی نے بچشم خود جو کچھ مشاہدہ کیا واپس جاکر بے کم و کاست اپنی قوم سے بیان کیا۔ قوم پر اس کا غیر معمولی اثر ہوا۔ اس قوم کے لوگ اسلام قبول کرنے کے ارادے سے محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

محمد بن قاسم کے زمانے سے ہندوستان میں مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے انہوں نے سندھ کو فتح کیا، محمد بن قاسم نے یہاں کے لوگوں میں اعلان کرادیا کہ تم سب آزاد ہو، تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں دوں گا، کسی کے مذہب میں کسی قسم کی دست درازی نہیں کی جائے گی۔ محمد بن قاسم نے حجاج کی نصیحت کو اپنے پیش نظر رکھا۔ حجاج نے کہا تھا:

''ہر ایک کو کلمہ اسلام کی دعوت دینا جو کوئی مشرف بہ اسلام ہوجائے اس کی تربیت کا نظم کرنا۔''

قیام حکومت کے ساتھ ساتھ محمد بن قاسم دعوتِ حق کے فرائض انجام دیتے رہے۔ تربیتی ادارے، مساجد و مدارس بھی قائم کیے۔ محمد بن قاسم نے الور میں مدرسے کے علاوہ دار القضاء بھی قائم کیا تھا۔ دیبل کی فتح ۹۳ء کے بعد وہاں چار ہزار مسلمانوں پر مشتمل ایک کالونی آباد کی گئی۔ ایک مسجد بھی تعمیر ہوئی۔ یہ چار ہزار افراد حقیقت میں چار ہزار مبلغین اسلام تھے۔

محمد بن قاسم کا اتنا اچھا اثر تھا کہ جب وہ سندھ سے رخصت ہونے لگے تو صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو بھی ان کی جدائی پر اشک بار ہوگئے اور کہا کہ ''آپ جیسا مہربان فاتح کبھی نصیب نہیں ہوا۔ ہم آپ کے محاسن کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ انہوں نے محمد بن قاسم کی یاد میں اس کے نام سے ایک دھرم شالہ بھی تعمیر کی۔ کچھ ہندوؤں اور بودھوں نے محمد بن قاسم کا بت بنا کر اس کی پرستش بھی شروع کردی۔

مالابار : ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے ہی اسلام پھیلنے لگا تھا اور جب مسلم فوجیں لڑائیوں میں مصروف تھیں، اس وقت بھی کتنے ہی مسلم علماء ومشائخ کے ذریعے سے اشاعت کا کام ہو رہا تھا۔ خاص طور سے پنجاب اور بنگال میں بہت سے لوگ ان کی تقاریر کے اثر سے اسلام میں داخل ہوئے۔ رہی بات مالا بار کے علاقے میں اسلام کے پھیلنے کی تو وہاں اولین دور میں اسلام کی مقبولیت کی وجہ وہاں کے راجا سامری (سامدری) کا مسلمان ہونا بتایا جاتا ہے۔ مشائخ کی ایک جماعت لنکا کی طرف جا رہی تھی لیکن مخالف ہوا کی وجہ سے ان کی کشتی مالا بار کے شہر کون (کوچن) پہنچ گئی۔ اس جماعت نے وہاں کے حاکم (راجا) سامری جسے زمورن (چیرامن پرول) بھی کہا جاتا ہے، اس سے ملاقات کی۔ یہودیوں، نصرانیوں نے سامری کو اسلام کے بارے میں غلط باتیں بتا رکھی تھیں۔ اب سامری کو تحقیق کا موقع ملا۔ اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کیں۔

تحفۃ المجاہدین کے حوالے سے تاریخ فرشتہ میں یہ قصہ نقل ہوا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے بعد کا واقعہ ہے کہ عرب اور عجم کے کچھ فقراء و مشائخ سراندیپ جا رہے تھے۔ بادِ مخالف ان کو مالا بار کے ساحل پر لے آئی۔ وہاں کا راجا سامری (زمورن) مسلمان ہو گیا لیکن اس نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا۔ راجا عرب گیا، عرب ہی میں انتقال ہوا۔ مرتے وقت اس نے تاکید کی کہ ہم سبھی کا مقصد اسلام کی اشاعت ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ لوگ مالا بار اپنا تاجرانہ سفر جاری رکھیں۔ وہاں قیام کریں، مکان بنائیں اور لوگوں کو دین حق کی طرف متوجہ کریں۔ راجا نے اپنی زبان میں خطوط بھی لکھ کر عرب تاجروں کے حوالے کئے۔ جب انہوں نے وہ خطوط مالا بار کے حاکم کو دکھایا تو وہ مہربان ہو گیا۔ اس طرح اشاعتِ اسلام کی راہ یہاں ہموار ہوئی اور مسلمانوں نے کولم، گرنگانور، کالی کٹ، منگلور، کالجزکوٹ وغیرہ کئی مقامات پر مساجد تعمیر کیں، یہاں مسلمانوں کی عزت ہونے لگی۔

مدراس اور مالا بار کے اطراف میں جو لوگ بستے تھے وہ ویدک یا برہمنی مذہب کے پیرو نہیں تھے، ان کی اکثریت ہندوستان کے قدیم باشندوں پر مشتمل تھی، جن کو آریوں نے اس علاقے میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ مالا بار اور اس کے اطراف میں جو پرانی قوم آباد ہے، وہ نائر کہلاتی ہے۔ اس کے پاس اپنا کوئی باقاعدہ مذہب نہ تھا۔ ہندو اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اسلام میں انہوں نے اپنی عزت محسوس کی اور تیزی سے یہ قوم اسلام کی طرف بڑھی۔ یہ پورا علاقہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جاتا۔ اگر یہاں پرتگیز نہ پہنچتے۔ پرتگیزوں نے عربوں کی تجارت کا راستہ بند کر دیا اور یہاں کے لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ عرب اور مصر سے اپنے تعلقات منقطع کر لیں۔ عرب سے ہندوستان کے ساتھ تجارتی تعلقات اسلام سے پہلے سے چلے آ رہے تھے۔ عرب تاجر خلیج فارس کی بندرگاہوں سے ہوتے ہوئے سندھ آتے تھے اور پھر سمندر کے کنارے کنارے کوکن اور گجرات کے ساحل سے گزر کر مدارس پہنچتے اور یہاں سے مشرقی بنگال اور آسام ہو کر چین کی طرف نکل جاتے تھے۔ راستے میں مالدیپ، سیلون، جاوا،

سماترا، سنگاپور اور دوسرے جزائر کا بھی رخ کرتے تھے، پرتگیزوں نے مالابار اور اس کے اطراف میں اسلام کی اشاعت کی راہ میں بڑی رکاوٹ کھڑی کردی ورنہ اس علاقہ کا نقشہ آج کچھ دوسرا ہوتا۔ عرب اور ایران کے سوداگروں کی کوشش سے گجرات اور دکن کا علاقہ پورا کا پورا مسلمان ہو جاتا۔ پندرہویں صدی عیسوی کی ابتداء میں مالابار کی کل آبادی کا پانچواں حصہ مسلمان تھا۔ شیخ شریف بن ملک کے اثر سے بھی مالابار کے ایک راجا نے اسلام قبول کیا تھا، یہ واقعہ دوسری صدی ہجری کا ہے۔

لنکا : جزیرۂ سیلون میں اسلام دوسری صدی ہجری میں مسلم سیاحوں کے ذریعہ سے پہنچا، ان سیاحوں میں شیخ شریف بن ملک اور مالک بن دینار زیادہ مشہور و ممتاز ہیں۔ ان ہی کی کوششوں سے گرانگا نور کا راجا مسلمان ہوا تھا۔ ایک ایرانی مسلم شخصیت ابن شہریار کے نزدیک ہندوستان کے جزیروں میں سب سے پہلے سراندیپ (لنکا) میں اسلام کی روشنی پھیلی۔ اس کے بعد مالابار کا وہ علاقہ ہے جہاں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ ابن شہریار (م۴۰۴ھ) نے لکھا ہے کہ جب عرب تاجروں کے ذریعہ سے حضور ﷺ کی بعثت کی خبر سراندیپ کے لوگوں نے سنی تو انہوں نے ایک ممتاز شخص کو تحقیق کوائف کے لئے عرب بھیجا۔

اس کے بعد یہاں اسلام کی اشاعت تیزی سے ہونی شروع ہوگئی۔ تاریخ فرشتہ کی رو سے ہندوستان میں اسلام کا پہلا مرکز سیلون ہے اور تحقیق کے لئے جو پہلا وفد عرب روانہ ہوا تھا اس کا تعلق بھی سیلون ہی سے تھا۔ عرب تاجروں کے قافلوں کی آمد کا ایک سلسلہ یہاں قائم ہو گیا تھا۔ لنکا کے راجا کو صحابہ کے عہد مبارک (۴۰ھ) میں ہی مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔

مالدیپ : مالدیپ اسلام کا دوسرا مرکز تھا۔ جزائر مالدیپ پر مسلمانوں نے کوئی چڑھائی نہیں کی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں وہاں کا راجا مسلمان ہو گیا، پھر ساری آبادی ہی نے اسلام قبول کرلیا، یہاں کے راجا اور یہاں کے باشندوں کے ایمان لانے کا سبب شیخ ابوالبرکات بربری مغربی کی ذات گرامی تھی، شیخ ابوالبرکات مالدیپ میں ایک شخص کے مہمان تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی کو اچھے لباس پہنا رہے ہیں اور اس کا بناؤ سنگھار کیا جا رہا ہے۔ مگر اس کے ساتھی لوگ رو بھی رہے ہیں۔ شیخ نے سبب دریافت فرمایا تو انہیں بتایا گیا کہ ہر سال سمندر میں ایک بڑی طغیانی آتی ہے، اس طوفان کو فرو کرنے کے لئے ایک اکلوتی بیٹی کو بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ نوجوان میزبان نے کہا کہ اس سال باری میری لڑکی کی ہے۔ میں راجا کے حکم سے مجبور ہوں کہ اپنی لڑکی کو بھینٹ چڑھا دوں۔ شیخ نے کہا کہ اس کے بجائے مجھے لباس پہنا کر بھیج دو۔ میں بلا سے نپٹ لوں گا۔ میزبان نے انکار کیا کہ میں کیسے ایک مہمان کو ہلاکت کے حوالے کرسکتا ہوں۔ مگر شیخ نے بے حد اصرار کیا اور بالآخر انہیں سمندر سے ملحق ایک مندر میں چھوڑ آئے تاکہ وہ سمندری طوفان کی نذر ہو جائیں اور لوگ بلا سے نجات پالیں۔ زور کا جوار بھاٹا چڑھا،

کہتے ہیں کہ ایک خوفناک بلا مندر میں داخل ہوئی، شیخ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ بلا سہم کر خود ٹل گئی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ وہاں کا راجا اور رعایا سب کے سب دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

سندھ : سندھ اور اس کے اطراف میں صحابہ کرامؓ کی تشریف آوری ہوئی، آج سے تقریباً چھ سو برس پہلے سید یوسف الدین یہاں تشریف لائے۔ یہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں خواب میں حکم ہوا تھا کہ وہ بغداد چھوڑ کر ہندوستان جائیں اور وہاں کے لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کریں۔ ۱۴۲۲ء میں وہ سندھ تشریف لائے اور دس سال تک وہ سندھ میں مقیم رہے اور اشاعت اسلام کے کاموں میں خود کو مصروف رکھا۔ آپ کی کوششوں سے لوہانہ قوم کے سات سو خاندانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ مشرقی سندھ اور علاقہ بہاول پور میں سید جلال بخاری کی تعلیم کے زیر اثر حق کی روشنی پھیلی۔ ان کی اولاد میں حضرت مخدوم جہانیاں کے ہاتھ پر پنجاب کے بیسیوں قبیلے ایمان لے آئے۔

دکن : عرب تاجر، سپاہی اور مبلغ یہاں بہمنی خاندان اور بیجاپور کے بادشاہوں کے دورِ حکومت میں آئے۔ ان کی دعوت اور ان کے عملی نمونوں سے متاثر ہو کر لوگ ایمان لے آئے۔ دکن کے مغربی اضلاع میں ذات پات کا نظام بہت ہی جابرانہ تھا۔ تراونکوڑ میں بعض پست قوموں کے لئے لازم کر دیا گیا تھا کہ وہ برہمنوں سے کم سے کم ۷۴ قدم دور رہا کریں۔ سڑک پر چلیں تو آواز کرتے چلیں تا کہ برہمنوں کو ان کی آمد کی خبر ہو جائے۔ پست ذات کے لوگ اس ذلت سے نجات پانے اور معاشرے میں اپنا مقام حاصل کرنے کے لئے کثرت سے اسلام میں داخل ہو گئے۔ مناولی علاقے میں شنار نام کی ایک قوم پست قوموں میں شمار کی جاتی تھی، حالاں کہ مادی اور تعلیمی و معاشرتی لحاظ سے عام ہندوؤں سے آگے تھی۔ ہندوان سے اہانت آمیز سلوک کرتے تھے۔ چند شناور مندر میں داخل ہو گئے تو ہندوؤں نے انہیں زدوکوب کیا۔ اس پر شناروں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے چنانچہ شناور تو اسی روز مسلمان ہو گئے، جب آس پاس کے دیہاتوں تک اس کی خبر پہنچتی تو شنار قوم مسلمان ہوتی چلی گئی۔ کہتے ہیں کہ دکن میں اسلام کی ابتداء پیر مہابیر کھمدایت سے ہوئی جو سات سو برس پہلے بیجاپور تشریف لائے تھے۔ ان کے علاوہ ایک اور بزرگ جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے تھے وہ بھی یہاں پہنچے۔

جنوبی ہند کی ایک قوم (راوتسن) ہے اس کی زبان تامل ہے اور آج کل یہ زیادہ تر مدادرائی، تنولی، کوئمبتور، شمالی ارکاٹ اور نیل گری کے اضلاع میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چند مبلغوں کی تلقین سے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور سید نثار شاہ (۹۶۹ءتا۱۰۳۹ء) تھے۔ موصوف نے ترچنا پلی میں سکونت اختیار کی تھی۔ مسلمانوں نے ان کے نام پر ترچنا پلی کا نام نثار نگر رکھا تھا۔ اس قوم کے لوگ ان مبلغوں کی قبروں کا آج تک احترام کرتے ہیں۔ ان مبلغوں میں سید ابراہیم شہید بھی قابل ذکر ہیں۔ اس سلسلے میں شاہ حمید (۱۵۳۲-۱۶۰۰ء) کا نام بھی معروف و مشہور ہے۔ یہ شمالی ہند مانک پور میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی عمر کا

بڑا حصہ دعوتی اسفار میں صرف کیا۔آخر میں انہوں نے ناگور میں سکونت اختیار کرلی تھی۔جنوبی ہند میں ایک قوم دودکلا ہے۔اس اقوم کا پیشہ کپاس صاف کرنا اور کپڑے بننا ہے۔اس قوم کا بیان ہے کہ یہ قوم بابا فخر الدین کی تبلیغ سے اسلام میں داخل ہوئی۔

ہدایت کے لئے مدراس بھی چند بزرگوں کا رہین منت ہے،جن میں سب سے زیادہ معروف ومشہور سید نثار شاہ ہیں،جن کا مزار چناپلی میں ہے اور دوسرے بزرگ سید ابراہیم شہید ہیں،جن کا مزار ارادی میں ہے تیرے بزرگ شاہ حامد ہیں، ناگ پور میں آرام فرما ہیں۔ نیوگنڈہ کی طرف کی مسلم آبادی بالعموم اسلام لانے میں اپنے کو بابا فخر الدین کی رہین منت سمجھتی ہے۔بابا فخر الدین ہی کی شخصیت ہے جن کے ہاتھ پر وہاں کا راجا بھی مسلمان ہوا تھا۔

وسطی ہند : خواجہ معین الدین اجمیریؒ (م۶۳۲ء) کی برکت سے راج پوتانہ میں خاص طور پر اسلام کی اشاعت ہوئی۔انہوں نے راجپوتانہ کے علاوہ یوپی، بہار اور دکن میں بھی سلسلہ تبلیغ کو شروع کیا۔امپیریل گزیٹر کے مطابق میوقوم کے اسلام لانے کی تاریخ ہزار عیسوی یا اس کے بعد کی ہے۔ یہ قوم سید سالار مسعود غازی کے ہاتھ پر ایمان لائی۔

پنجاب : پنجاب میں سب سے پہلے داعی اسلام حضرت سید اسماعیل بخاری تھے۔ پانچویں صدی ہجری میں لاہور میں ان کی تشریف آوری ہوئی۔آپ کی آواز میں بلا کی تاثیر تھی۔ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کی تقریر سننے آتے تھے۔آپ کی برکت سے بہت سے لوگ اسلام سے فیضیاب ہوئے۔ایک اور بزرگ حضرت سید صدرالدین اور ان کے صاحبزادے حضرت حسن کبیر الدین بھی پنجاب کے بہت بڑے مبلغ رہے ہیں۔حضرت مخدوم علی ہجویریؒ پانچویں صدی ہجری میں لاہور آچکے تھے۔ان کی تبلیغ سے اسلام لانے والوں کا سلسلہ ملتان اور کوہ شوالک کے دامن تک پہنچا۔سید اسماعیل نجاری نے لاہور میں قیام کرکے دعوتی کام کو بہت زیادہ وسعت دی۔ یہ شہاب الدین غوری کے پہلے حملے سے قبل تشریف لائے تھے۔

گجرات : گجرات میں حضرت امام شاہ پیرانویؒ اور ملک عبداللطیفؒ کی کوششوں سے اسلام کی اچھی خاصی اشاعت ہوئی۔گجرات کے مسلمان تاجروں کا بھی اسلام کی تبلیغ میں بڑا حصہ ہے۔

کشمیر : سلطان رین چند شاہ کے عہد میں کشمیر میں اسلام کے داعیوں کی آمد شروع ہوئی۔سب سے پہلے سید شرف الدین بلبل شاہ تشریف لائے۔ سلطان رین چند شاہ سید صاحب سے متاثر ہو کر (چودہویں صدی عیسوی میں) ان کے دست حق پر اسلام لے آئے۔کشمیر کے باشندے اس نئے مذہب سے بے حد متاثر ہوئے اور یہاں کی بیشتر آبادی دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئی۔رین چند شاہ کا اسلامی نام صدر الدین رکھا گیا۔

سید حسین سمنانی (م۷۷۳ھ) شاہ شہاب الدین کے عہد میں کشمیر تشریف لائے۔چودہویں صدی کے آخر

میں سید علی احمد ہمدانی سات سیدوں کے ہمراہ ایران سے تشریف لاکر کشمیر میں سکونت پذیر ہوئے اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں لگ گئے۔ پندرہویں صدی کے آخر میں ایک شیعہ مبلغ شمس الدین عراق سے آئے۔ ان کے ہاتھ پر بھی بہت سے ہندو ایمان لے آئے۔ کستواڑ کا راج پوت راجا سید شاہ فریدالدین کی کرامت سے متاثر ہوکر دائرۂ اسلام میں داخل ہوا۔ اس کی پیروی میں اس کی اکثر رعایا نے اسلام قبول کیا۔ سیف الدین خاندانی برہمن حضرت سید میر محمد ہمدانی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ سید میر محمد نے کشمیر میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ ان کے اخلاق و کردار اور کرامات سے اس قدر لوگوں نے اسلام قبول کیا جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

بنگال : سب سے پہلے یہاں سید جلال الدین تبریزیؒ نے دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ حضرت تبریزیؒ ۱۲۰۰ء میں بنگال پہنچے وہاں لکشمن سین کی حکومت تھی۔ سید العارفین کے مطابق ان کی وفات ۱۲۲۴ء میں ہوئی۔ شیخ جلال الدینؒ حضرت شیخ سہاب الدین سہروردیؒ کے خاص خلفاء میں سے تھے۔ اسلام کی بیداری کے خاص آثار بنگال میں ۱۹ویں صدی میں نمایاں ہوئے۔ متعدد جماعتوں نے اس صوبے میں مبلغین روانہ کئے۔ انہوں نے توہمات کو دور کرنے کی کوشش کی اور دینی جذبے کو بھارا اور اسلام کی اشاعت کی۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے علاوہ کئی دوسرے بزرگ بھی بنگال آئے اور انہوں نے اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کا کام کیا۔ ان بزرگوں میں سے ایک شیخ سراج الدین بھی تھے، انہیں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہاں کا حکمراں بھی ان کا مرید تھا، ان کی وفات ۱۳۵۷ء میں لکھنوتی میں ہوئی۔

شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے ایک مرید خاص شیخ علاء الدین علاء الحق ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے مرشد کے انتقال کے بعد رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے ذریعہ بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ شیخ علاء الحق سے زیادہ اسلام کو فروغ ان کے صاحبزادے نورالحق کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔ آپ کی کوششوں سے بنگال میں اسلام کی کافی اشاعت ہوئی۔

ریاض السلاطین جو بنگال کی سیاسی تاریخ ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ جب راجا گنیش تخت پر بیٹھا تو اس نے بہت سے علماء ومشائخ کو قتل کرادیا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ بنگال میں اسلام کی اشاعت نہ ہو۔ شیخ نورالحق نے جونور قطب عالم کے لقب سے مشہور ہوئے، جون پور کے بادشاہ ابراہیم شرقی کی مدد کے لئے لکھا۔ جون پور سے ایک بڑی فوج بنگال کے لئے روانہ ہوئی۔ راجا ڈرا، اس نے شیخ سے سفارش کرانی چاہی۔ شیخ نے اسے اسلام کی تلقین کی۔ راجا تو نہیں مگر اس کی اجازت سے اس کا بیٹا جدو مسلمان ہوگیا۔ فوج واپس ہوگئی۔ راجا گنیش کے مرنے کے بعد جدو سلطان الدین ابومظفر شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں بنگال میں کثرت سے اسلام پھیلا۔ حضرت نور قطب عالم کی وفات ۱۸۱۸ء مطابق ۱۴۱۵ھ میں ہوئی۔ حضرت نور قطب کے بعد ان کے بیٹوں نے

اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام جاری رکھا۔ان میں سے شیخ حسام الدین نے اس سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔یہ بزرگ صاحب تصنیف تھے۔

آسام : آسام میں حضرت شیخ جلال الدین فارسیؒ اسلام کی نعمت لے کر تشریف لے گئے۔اشاعت اسلام کے سلسلے میں ان کی سعی لائق تحسین ہے۔سلہٹ میں ان کا مزار ہے۔

ہندو تاجر : ہندوتاجر موتیوں کی تجارت کرتے تھے،قدیم زمانے سے،بحرین کی منڈی میں ان کی آمد و رفت تھی۔بحرین پر مسلمان کا قبضہ نبی ﷺ کے عہد مبارک ہی میں ہو گیا تھا۔ہندوتاجر یہاں آتے،مسلمان سے ان کا ملنا جلنا ہوتا،بہت سے ہندومسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے تھے اور پھر اسلام کا پیغام لے کر لوٹتے اور برادرانِ وطن تک پہنچاتے تھے۔

صوفیاء و علماء :ہندوستان میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں صوفیائے کرام اور علماء نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔اس کا اعتراف آرنلڈ،ڈاکٹرسی آرولسن اور ڈاکٹر راجندر پرشاد تک نے کیا ہے۔جب مجدد الف ثانیؒ جہانگیر کے حکم سے قید کئے گئے تو انہوں نے قید خانے میں اپنے وعظوں اور تلقین سے سینکڑوں ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔

سید شاہ فرید الدینؒ نے کستواڑ کے راجا کو اسلام میں داخل فرمایا۔اس راجا کے ذریعہ سے اس علاقے میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔یہ زمانہ عالمگیر کا ہے۔ناسک میں اب تک حضرت محمد صادق سرمستؒ اور خواجہ اخوند میر حسینیؒ کی برکتوں کا اعتراف کیا جاتا ہے۔دھاڑوار کے لوگ اپنے اسلام کو حضرت شیخ ہاشم گجراتی کا فیض بتاتے ہیں۔حضرت شیخ ہاشم ابراہیم عادل شاہ کے مرشد تھے۔

بہت سے بزرگ محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔انہوں نے دعوت وارشاد کا کام ہندوستان میں رہ کر کیا۔(۱۰۰۲ھ) ان داعیان میں ایک مشہور گزرگ شیخ ابوشکور سالمی بھی تھے جو ابو محمد چشتیؒ کے حکم سے محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے۔موصوف نے میوقوم کو اسلام کی دعوت دی اور اشاعت دین کی غرض سے ان کے درمیان سکونت اختیار کی۔مخدوم علی ہجویری لاہوریؒ کے ہاتھ پر کثیر تعداد میں لوگ ایمان لائے جن میں سے رائے راجو کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے۔آپ نے اسے شیخ ہندی کا لقب عطا فرمایا۔خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ذکر پہلے آچکا ہے۔جوق در جوق لوگ آپ کے دست مبارک پر ایمان لے آئے۔سید احمد توختہ ترمذی نے لاہور کو اپنا وطن بنایا۔آپ کے ذریعہ سے ہزاروں اشخاص کو ایمان کی دولت حاصل ہوئی۔

بعض عام انفرادی کوششیں : بعض لوگوں نے انفرادی طور پر دعوت وتبلیغ سے دلچسپی لی۔ مولوی بقا حسین خاں گھوم پھر کر دعوت وتبلیغ کا کام کرتے تھے۔چند سال میں دوسو اٹھائیس اشخاص آپ کے ذریعہ

سے ایمان لے آئے۔ ان کا تعلق کان پور، اجمیر، ممبئی اور دیگر شہروں سے تھا۔ مولوی حسن علی کے ذریعے سے پچیس افراد مشرف بہ اسلام ہوئے جن میں سے ۱۲ پونہ کے تھے اور باقی حیدرآباد دیگر شہروں سے تعلق رکھتے تھے۔ نومسلم شیخ عبیداللہ اپنے مطالعے اور تحقیق سے ایمان لے آئے اور ۴۶ سال تک دعوت و تبلیغ کے کام میں لگے رہے۔ ۳۷۵ گھرانوں کو انہوں نے مشرف بہ اسلام کیا۔

مسلم حکمران و بادشاہ : یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلم بادشاہوں نے تبلیغ دین کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ فاتحین جنہوں نے شمالی ہند یا دکن میں حکومتیں قائم کیں وہ اشاعت اسلام کے فریضے کا احساس نہیں رکھتے تھے اور یہ بھی ہے کہ بعض کو ملک گیری اور خانہ جنگی کی وجہ سے اس کا موقع ہی نہ مل سکا کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہو سکتے۔ فاتح مسلمان اکثر مغل یا تاتاری تھے جنہیں دین کا وہ فہم حاصل نہیں تھا جو انہیں حاصل ہونا چاہئے تھا۔ دور اول کے عرب مسلمانوں اور تاجروں میں جو جوش و خروش نظر دکھائی دیتا ہے وہ ان کے یہاں ناپید نظر آتا ہے۔

یہاں فیروز شاہ تغلق (۱۳۸۸-۱۳۵۱) کا ایک استثناء ہے۔ فیروز شاہ تغلق کے اندر دعوت و تبلیغ کا جذبہ موجود تھا۔ مسلمان بادشاہوں میں اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دل میں بھی فروغ اسلام کی تمنا پائی جاتی تھی لیکن باقاعدہ منصوبہ بند طریقے سے کام کرنے کا موقع اسے نہیں ملا۔ تاریخ فرشتہ میں ہے ''فروغ اسلام کے جوش و جذبے میں اس نے نومسلموں کے ساتھ دریا دلی سے فیاضی دکھائی لیکن ساتھ ہی اس نے دوسرے مذاہب کے پیرووں پر مذہبی امور میں کسی سختی کا روادار نہیں ہوا۔''

یورپ کی اسلام دشمنی کے اسباب

❖ مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

گیارہویں صدی مسیحی میں یورپ میں شخصی اور پرائیویٹ طور پر مسلمانوں کے علمی مراکز سے استفادہ کے رجحانات پیدا ہوئے، اس وقت یورپ میں علم پر پابندی تھی، رینہ مارسیال Rene Mrtial نے لکھا ہے کہ بارہویں صدی عیسوی میں جب کہ مسلمانوں کے پاس صرف اندلس (اسپین) میں ستر ہزار کتب خانے تھے، یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں ایک کتاب بھی ملنی مشکل تھی۔

ایک مغربی مورخ لکھتا ہے: ''گیارہویں صدی عیسوی میں جس وقت مغرب کے بڑے بڑے روساء اور جاگیرداروں کو اپنی جہالت اور ناخواندگی پر فخر و ناز تھا، اس وقت اسپین میں مسلمانوں کے قرطبہ میں ایک عظیم کتب خانہ تھا، جس میں صرف ہاتھ کی لکھی ہوئی ساٹھ ہزار کتابیں تھیں۔''

ایک دوسرا انگریز مورخ کہتا ہے: ''اسلامی اندلس میں اس وقت گھر گھر علم کا چرچا تھا جب کہ مسیحی دنیا میں بجز چند افراد کے کوئی لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا۔''

ڈوزی (Dozy) لکھتے ہیں: ''یورپ میں لوگ جہالت کی تاریکی میں سرگرداں تھے، انہیں کہیں روشنی نظر نہیں آ رہی تھی، روشنی تو صرف مسلمانوں کی طرف سے آ رہی تھی، علوم و فنون، ادبیات، فلسفہ، حرفت و صنعت اور زندگی کے دیگر میدانوں میں امت اسلامیہ رہبری کر رہی تھی۔ بغداد، سمرقند، بصرہ، دمشق، قیروان، مصر، ایران، غرناطہ اور قرطبہ علم و معرفت کے عظیم مراکز تھے، مملکت اسلامیہ میں چھوٹے چھوٹے مدرسے اور مسجدیں بھی بڑے بڑے کتب خانوں سے معمور تھیں، جہاں ہر شخص کو پڑھنے کی اجازت تھی، جب کہ یورپ کے مرکزی شہر دیہاتوں کی طرح تھے جہاں نہ تو علم تھا اور نہ آبادی۔ یورپ مادی، ادبی، تہذیبی اور علمی ہر اعتبار سے بڑا پسماندہ تھا۔'' (تاریخ المسلمین فی اسبانیا/ڈوزی)

جرمن مستشرقہ ڈاکٹر زیگریڈ ہونکہ اپنی کتاب ''**شمس الاسلام تطلع علی الغرب**'' (مغرب پر اسلام کا سورج طلوع ہو رہا ہے) میں رقم طراز ہیں: ''چھ صدیاں پہلے پورے یورپ میں صرف پیرس کے میڈیکل کالج میں ایک چھوٹی لائبریری تھی جس میں صرف ایک کتاب تھی اور وہ بھی ایک عرب مصنف کی، یہ بڑی قیمتی اور پر از

معلومات تھی، اس وقت کے سارے نصرانیوں کے بادشاہ لوئی یازدہم نے ایک مرتبہ اس کتاب کو عاریۃً لینا چاہا تو اسے بھی بطور ضمانت ایک خطیر رقم جمع کرنی پڑی، لوئی کا مقصد یہ تھا کہ اس کے پرائیویٹ معالجین اس کتاب کی ایک نقل تیار کرلیں تاکہ جب بھی بادشاہ سلامت کو عارضہ اور کوئی بیماری لاحق ہو تو اس کی طرف رجوع کیا جاسکے، یہ کتاب کیا ہے، ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے، اس میں ۱۹۲۱ء تک کے تمام قدیم یونانی طبی علوم جمع کردیئے گئے ہیں۔''

مزید لکھتی ہیں: ''رازی نے میڈیکل سائنس اور طبابت کے موضوع پر جو ضخیم اور عظیم کتاب تصنیف کی ہے وہ یورپ میں (۱۴۹۸-۱۸۶۶ء) چالیس مرتبہ طبع ہوئی، اس میں نقرس، پتھری، مثانہ، گردے اور بچوں کے امراض کے متعلق بحث کی گئی ہے اور یہ اپنے موضوع پر حجت اور مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔''

آگے لکھتی ہیں: ''اگر ہم یہ کہیں تو اس میں کوئی تعجب اور حیرت کی بات نہیں کہ یورپ نے تقریباً تین سو سال تک صرف اور صرف عربوں کی ہی تصنیفات اور تحقیقات پر کلی اعتماد کیا ہے۔''

ایک مغربی مفکر کہتا ہے: ''عرب ہی فلکیات، سائنس، کیمیا اور طبی علوم میں ہمارے استاد اول ہیں۔''

مسیو لیٹری لکھتے ہیں: ''اگر تاریخ میں عرب منصہ شہود پر نمودار نہ ہوتے تو علوم وفنون اور تہذیب وتمدن میں یورپ کی بیداری کئی صدی اور موخر ہوجاتی۔''

رینان (Renan) کہتے ہیں: ''البرٹ کبیر ہر چیز میں ابن سینا کا رہین منت ہے اور سانتوما اپنے تمام فلسفہ میں ابن رشد کا خوشہ چیں ہے۔''

''یورپ کا بابائے سائنس روجر بیکن بھی عربوں کا شاگرد تھا اور وہ خود اپنے شاگردوں کو تلقین کیا کرتا تھا کہ اگر صحیح علم حاصل کرنا ہے تو عربی پڑھنا سیکھو۔''

گوستاؤلیبان لکھتے ہیں: ''عربوں ہی نے یورپ کو علم ومعرفت اور تہذیب وتمدن کی دنیا سے متعارف کرایا، عرب ہمارے محسن تھے اور چھ صدیوں تک ہمارے پیشوا اور مقتدا رہے۔''

صلاح الدین ایوبی کے سفیر اسامہ بن منقذ یورپ کے دورہ پر گئے، انہوں نے ایک شخص کے آپریشن کا واقعہ اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ کلہاڑی سے اس کا گھٹنا کاٹا جارہا تھا۔

سولہویں صدی عیسوی تک یورپ علم اور تمدن میں مسلمانوں سے استفادہ کرتا رہا۔

صلیبی جنگ کے درمیان یورپ میں اسلام اور مسلم دشمنی کا ایسا زہر بویا گیا کہ وہ ہر یورپی کے رگ وریشہ میں سرایت کرگیا۔

علمی اور تمدنی میدان میں مسلمان یورپ کے استاد اول کا درجہ رکھتے ہیں، اس کے باوجود مغرب کا ہر باشندہ خاص طور سے اہل علم اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی نہیں بلکہ دشمنی کا ذہن رکھتے ہیں۔

مستشرقین نے ایسا لٹریچر تیار کیا، جس سے اس ذہن میں تقویت پیدا ہوئی کہ مسلمان ان کے علاقوں پر قابض ہیں جو یونانیوں اور رومیوں کے زیر اثر تھے۔

اسلام کے تیز رفتاری سے پھیلنے اور مسلمانوں کے دنیا پر قابض ہونے سے اس معاندانہ ذہن میں اور اضافہ ہوا اور اس میں خوف کی نفسیات پیدا ہوئیں، ترکوں کی قوت اور یورپ کے ملکوں پر ان کا قبضہ اور ان کے ناقابل تسخیر ہونے کے احساس اور تجربہ نے اس میں اضافہ کیا۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی میں یورپ کے بعض ممالک نے اپنی علمی ترقی سے اپنی دفاعی طاقت بڑھائی اور اپنی جنگوں کا رخ عالم اسلام کی طرف موڑ دیا۔

انیسویں صدی میں اکثر اسلامی ممالک پر یورپ کا کنٹرول ہوگیا اور ان ملکوں میں انہوں نے اپنا نظام تعلیم اور ثقافت رائج کر دیا۔

لارنس براؤن Laurence Browne کہتا ہے: ''پہلے ہم یہودی خطرے سے ڈرتے تھے زرخطرے (جاپان، چین) سے ڈرتے تھے اور اشتراکیت سے ڈرتے تھے لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا، اس لئے کہ یہود ہمارے دوست نکلے، چنانچہ ان پر ظلم کرنے والا ہمارا جانی دشمن ہوگا، پھر دوسری جنگ کے دوران اشتراکی ہمارے حلیف بنے، رہا زرد خطرہ (جاپان، چین) تو اس سے نمٹنے کے لئے بڑی جمہوری حکومتیں کافی ہیں، اب اصل خطرہ نظام اسلامی اور اس کے زندہ جاوید مذہب ہونے کی حیثیت سے اپنے حلقۂ متبعین کو وسیع کر لینے کی غیر معمولی قدرت وصلاحیت سے ہے۔ مسلمان زبردست حیرت انگیز حیات بخش طاقت وقوت کے مالک ہیں، یورپی سامراج کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تنہا یہی (اسلام) ہے۔''

ایک دوسرا مغربی رہنما کہتا ہے:

''میرے خیال میں کمیونزم یورپ کے لئے کوئی خطرہ نہیں، بلکہ حقیقی خطرہ اسلام سے ہے، جو ہم کو براہِ راست چیلنج کر رہا ہے، مسلمان ہماری مغربی دنیا سے الگ اپنی ایک مستقل دنیا رکھتے ہیں، ان کے پاس خالص روحانی سرمایہ ہے اور وہ ایک حقیقی سچی اور تاریخی تہذیب وتمدن کے مالک ہیں، مسلمانوں میں اس کی صلاحیت و اہلیت ہے کہ وہ بغیر کسی تعاون ومدد کے ایک نئی دنیا کی بنیاد رکھ سکتے ہیں، مسلمانوں کے اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے صرف اس صنعتی اور ٹکنیکل ترقی کی ضرورت ہے جو مغرب نے حاصل کر لی ہے۔''

یورپی اہل قلم اسلام کی اشاعت کی رفتار کا ہوا کھڑا کرتے رہتے ہیں، مسلم قوم کی صلاحیتوں اور ان کی تاریخ سے واقفیت کی وجہ سے ان میں احساس خوف پایا جاتا ہے بلکہ احساس کمتری، اس کی وجہ سے وہاں کے ذمہ دار ایسے حالات پیدا کرتے ہیں جن سے مغرب کے باشندوں میں اسلام سے نفرت اور عداوت پیدا ہو۔

اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ سے واقفیت اور اسلام کے دوبارہ غالب ہونے کے خوف نے یورپ کے اہل علم اور اہل سیاست کے ذہن میں یہ جذبہ پیدا کردیا کہ ایسے وسائل اختیار کئے جائیں کہ جن سے یہ خطرہ جس سے یورپ ایک ہزار سال تک دوچار رہا دوبارہ واپس نہ آئے، اس میں ایسے علمی، سیاسی اور اقتصادی وسائل اختیار کئے کہ جن کے اثر سے مسلمانوں کے ذہن وخیال سے غلبہ کا تصور ختم ہوجائے۔

ایک حقیقت اور ہے جس کا یورپ اور اسلام مخالفین کو احساس ہے کہ مسلمانوں میں شہادت کا شوق، دین کے لئے قربانی کا جذبہ، قوت برداشت اور جسمانی طاقت وصلاحیت رکھنے والے عناصر بہت ہیں اور ان کے قبضہ میں دنیا کے اسٹراٹیجک مقامات ہیں اور معدنی ذخائر سے معمور علاقوں پر ان کا کنٹرول ہے، یہی ان کے لئے باعث فکر وتشویش ہے۔

جنگ عظیم میں یورپ کو ان صلاحیتوں کا تجربہ ہوا، اس کی وجہ سے یورپ کی طاقتیں مسلمانوں کے علاقوں پر اور مسلم تحریکوں پر مسلسل نظر رکھتی رہی ہیں۔

ان اسباب کو ذہن میں رکھنے کے بعد یورپ کے ممالک چاہے وہ مغربی ممالک ہوں یا مشرقی یورپ کے ممالک، ان کے رویوں اور کارروائیوں کا سمجھنا آسان ہے۔

ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ اسلام مخالف تحریکوں، سازشوں اور نفرت پھیلانے والے لٹریچر میں سیاسی اور فوجی وسائل کا بھی بڑا حصہ رہا ہے اور جنگ آزادی میں مسلمانوں کی قربانیوں خاص طور پر الجزائر اور افغانستان کی تاریخ سے واقفیت سے یورپ نے ایسے افراد تیار کئے جنہوں نے اس مقصد کو پورا کیا اور موجودہ دور میں مغربی میڈیا اس کام کو بخوبی انجام دے رہا ہے اور مسلم ممالک کے اربابِ اقتدار مغرب کے اس مشن کو پورا کررہے ہیں۔

فرانس اور برطانیہ کے زوال کے بعد اس مہم کی قیادت اب امریکہ نے سنبھال لی ہے اور اس میں اس کو صہیونیوں کا پورا تعاون حاصل ہے۔

مغرب کی سازشوں اور کارروائیوں کے باوجود الحمدللہ اسلام پھیل رہا ہے اور مسلمانوں میں جذبہ قربانی اور دین سے وابستگی اور یورپ سے واقفیت بڑھ رہی ہے، اس کی مثال خود ویٹی کن کی یہ رپورٹ ہے جو کویت کے عربی مجلّہ "**المجتمع**" نے اپریل ۲۰۱۴ء میں شائع کی ہے، ویٹی کن کی اس رپورٹ کے مطابق پوری دنیا میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے، اسلام مخالف مہم کے باوجود ایک سال میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کے مقابلہ میں تین ملین بڑھی ہے، ویٹی کن کے بیان کے مطابق دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب، تین ملین، بائیس ہزار سے زیادہ ہے جو عیسائیوں کے مقابلہ میں تین ملین زیادہ ہے، اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۱۹ فیصد ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تر مغرب کے عیسائی، یہودی اور دیگر مذاہب کے ماننے والے ہیں۔

❀......✦......❀

ذکرِ حبیب ﷺ

❖ مولانا محمد اسلم شیخوپوری

فضاؤں میں دھواں ہے، ملک درملک اشتعال ہے، ہر شاہراہ پر احتجاج ہے، دلوں پر گہرے گھاؤ ہیں، آنکھیں وقف گریہ ہیں۔ آیئے! حزن والم کی اس فضا میں چند نعتیہ اشعار کو وردِ زبان بنائیں۔ شاید یہ اشعار کسی زخمی دل پر مرہم رکھ سکیں، کسی آنکھ سے سیلِ اشک روک سکیں، کسی الم زدہ کو ڈھارس دے سکیں، کسی مجلس اور گھر میں خوشیاں بکھیر سکیں، کسی کے نامۂ اعمال میں حسنات کا اضافہ کرسکیں کہ ذکرِ حبیب پرنواز نے کا وعدہ اس کا ہے جس کا ہر وعدہ ایفا ہوتا ہے۔

یہ اشعار ملے جلے ہیں، مسلمان شعراء کے بھی ہیں اور غیر مسلموں کے بھی لیکن غیر مسلم شعراء کو عمداً ترجیح دی گئی ہے تا کہ یہ بتایا جاسکے کہ سارے ہی کافر متعصب نہیں ہیں، کچھ ایسے بھی ہیں جو سچ بولنے کا حوصلہ اور قولِ عدل کہنے کی جرأت رکھتے ہیں۔

فراق گورکھپوری

انوار بے شمار معدود نہیں ☆ رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمد (ﷺ) کا مقام ☆ وہ امتِ اسلام میں محدود نہیں

تلوک چند محروم

مبارک پیشوا جس کی ہے شفقت دوست دشمن پر ط مبارک پیش رو جس کا ہے سینہ صاف کینے سے
انہی اوصاف کی خوشبو ابھی اطرافِ عالم میں ☆ شمیم جاں فزا لاتی ہے مکّے اور مدینے سے

پیارے لال رونق

تو ہے محبوب، خدا چاہنے والا تیرا ☆ مرتبہ سارے رسولوں میں ہے بالا تیرا
ہجر میں دل کے تڑپنے کے نئے ہیں انداز ☆ عشق ہے مجھ کو زمانے سے نرالا تیرا
لے خبر جلد مری ناز سے سونے والے ☆ ہوگیا فرشِ زمین چاہنے والا تیرا

چودھری دلّو رام کوثری

عظیم الشان ہے شانِ محمد (ﷺ) ☆ خدا ہے مرتبہ دانِ محمد (ﷺ)
کتب خانے کئے منسوخ سارے ☆ کتابِ حق ہے قرآنِ محمد

سر کشن پرشاد شاؔد

بلوائیں مجھے شاد، جو سلطانِ مدینہ ☆ جاتے ہی میں ہوجاؤں گا قربان مدینہ
وہ گھر ہے خدا کا تو یہ محبوبِ خدا ہیں ☆ کعبے سے بھی اعلیٰ نہ ہو کیوں شانِ مدینہ
مؤمن جو نہیں ہوں تو میں کافر بھی نہیں شاؔد ☆ اس رمز سے آگاہ ہیں سلطانِ مدینہ

پنڈت کیفی دتاتریہ

ہو شوق نہ کیوں نعت رسولِ دوسرا کا ☆ مضمون ہو عیاں دل میں جو ''لولاك لما'' کا
پہنچایا ہے کس اوجِ سعادت پہ جہاں کو ☆ پھر رتبہ ہو کم عرش سے کیوں غارِ حرا کا

ہری چند اختر

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا ☆ کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا
زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر ☆ اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا

مانی جائسی

مرا دل رہ نوردِ جادۂ مدحِ پیمبر ہے ☆ وہ منزل ڈھونڈتا ہوں جو حدِ امکاں سے باہر ہے
مسلسل اشک جاری ہیں غمِ عشقِ پیمبر میں ☆ یہ آنکھیں ہیں مری یادِ منظرِ تسنیم و کوثر ہے

مولانا ابوالکلام آزاؔد

تاریک شب میں آپ نے رکھا جہاں قدم ☆ مہتاب نقش پا سے وہاں روشنی ہوئی
ہے شاہِ دیں سے کوثر و تسنیم کا کلام ☆ یہ آبرو تمام ہے حضرت کی دی ہوئی

مولانا محمد علی جوہر

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں ☆ اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
معراج کی سی حاصل، سجدوں میں ہے کیفیت ☆ اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں ☆ بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

نواب بہادر یار جنگ

اے کہ ترے وجود پر خالقِ دو جہاں کو ناز ☆ اے کہ ترا وجود ہے وجہِ وجود کائنات
مدحتِ شاہِ دوسرا مجھ سے بیاں ہو کس طرح ☆ تنگ میرے تصورات پست میرے تخیلات

اختر شیرانی

مسند نشینِ عالمِ امکاں تمہیں تو ہو ☆ اس انجمن کی شمعِ فروزاں تمہیں تو ہو
تم کیا ملے کہ دولتِ ایماں ملی ہمیں ☆ ایمان کی تو یہ ہے کہ ایماں تمہیں تو ہو

شوکت تھانوی

ہم ہیں تصورات کی جنت لئے ہوئے ☆ آنکھیں ہیں بند جلوۂ رحمت لئے ہوئے
دیوانہ وار آہی گیا ان کی بزم میں ☆ اک رو سیاہ حسرتِ طاعت لئے ہوئے

جگر مرادآبادی

باہمہ رندی و سرمستی و عشرت طلبی ☆ ہوں درِ احمدِ مرسل کا غلامِ نبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی ☆ دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

آغا شورش کاشمیری

قلم سے پھول کھلیں نطق درفشاں ٹھہرے ☆ وہاں چلا ہوں جہاں گردشِ زماں ٹھہرے
وہ آستاں کہ ارادت سے مہر و ماہ جھکیں ☆ وہ خاکِ پاک کہ ہر ذرہ کہکشاں ٹھہرے

صوفی غلام مصطفی تبسم

رخشندہ ترے حسن سے رخسار یقیں ہے ☆ تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے
چمکا ہے تری ذات سے انساں کا مقدر ☆ تو خاتمِ کونین کا رخشندہ نگیں ہے

❀……✦……❀

فقہ وفتاویٰ

❖ مولانا مفتی نثار خالد قاسمی

استاذ حدیث جامعہ ہٰذا

سوال : زید کہتا ہے کہ اگر کسی نے کسی سورت سے تین آیتیں پڑھ لینے کے بعد کوئی ایسی غلطی کر لی جس سے معنی مقصود میں فرق پڑتا ہو تب بھی اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، کیا زید کا یہ مسئلہ درست ہے؟

جواب : ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا نماز میں، نماز کے فرائض میں سے ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی نماز میں اتنی ہی مقدار قرآن میں سے پڑھ لے تو اس کی قراءت کا فرض ادا ہو جائے گا اور نماز ہو جائے گی مگر اس کا یہ معنی لینا کہ مقدار مذکور سے زیادہ پڑھنا چوں کہ فرض نہیں ہے، لہٰذا اس کے بعد معنی مقصود میں خلل انداز غلطی کرنے سے نماز متاثر نہیں ہوگی، درست نہیں ہے کیوں کہ حضرات علماء نے لکھا ہے کہ جتنی آیات بھی نماز میں پڑھی جاتی ہیں وہ سب حکم میں ایک بڑی آیت یا پھر تین چھوٹی آیات کے ہوتی ہیں، لہٰذا جس طرح تین چھوٹی آیتوں میں اس قسم کی فحش غلطی سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح بہت ساری آیات پڑھنے کی صورت میں فاحش غلطی کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ حاشیۃ الطحطاوی میں ہے **و تقسیم القراء ۃ الی فرض، واجب و سنۃ لما قبل الایقاع اما بعدہ لو قرأ القرآن کلہ فی رکعۃ واحدۃ لم تقع القراء ۃ الا فرضا.** (ص۲۴۸)

سوال : ایک بڑا عالم فاضل شخص ہے مگر بدکار و بداطوار ہے، اس کے بالمقابل وہ شخص ہے جو بہت بڑا عالم تو نہیں مگر نیک اور پرہیز گار ہے، ایسی صورت میں امامت کا حق دار کون ہے؟

جواب : اگر دوسرا شخص قرآن صحیح پڑھتا ہے تو گو کہ وہ پہلے شخص کے مقابلہ میں بڑا عالم نہیں ہے، مگر چوں کہ یہ نیک و متقی بھی ہے، اس لئے یہی شخص امامت کا زیادہ حق دار ہے کیوں کہ اعلم باحکام الصلوۃ کو جو فوقیت دوسروں پر حاصل ہے وہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ برائیوں سے پرہیز بھی کرتا ہو۔ چنانچہ مراقی الفلاح میں ہے **فالاعلم باحکام الصلوۃ الحافظ ما بہ سنۃ القراء ۃ و یجتنب الفواحش الظاھرۃ و ان کان غیر متبحر فی بقیۃ العلوم** اور طحطاوی میں ہے **و فی الدر بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ** ص۲۹۹ علاوہ ازیں شامی میں ہے **لان شرف الصلاح فوق شرف العلم والقضا مع الفسق.** (ص۲۱۶، ج۴)

سوال : اگر کوئی شخص ایسی آیت پر رکوع کر لے جہاں مضمون پورا نہیں ہوتا ہے جب کہ وہ تین آیتوں سے زیادہ قراءت کر چکا ہے تو اس سورت میں اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب : اگر کوئی شخص نماز میں کم از کم تین آیات قراءت کرے اور رکوع میں چلا جائے تو اس سے اس کی نماز ہو جائے گی۔ رہا مضمون کا ناقص یا مکمل ہونے کا مسئلہ تو اس کا تعلق علم بالمعانی سے ہے اور معانی قرآن کے جاننے والے نہ جاننے والوں کی بہ نسبت بہت کم ہیں جب کہ نماز سبھوں کو پڑھنا ہے، اس لئے نماز کی صحت کے لئے نہ معانی کا جاننا شرط ہے اور نہ ہی مضمون کا مکمل ہونا۔ **فان قرأ مع الفاتحة آية قصيرة او آيتين قصيرتين لم يخرج عن حد الكراهة التحريم لا خلاله بالواجب و ان قرأ ثلث آيات قصار او كانت الآية او الآيتان تعدل ثلث آيات فصار خرج عن حد الكراهة المذكورة.** (کبیری ص ۲۷۰ و کذا فی الشامی ص ۱۳۲، ج ۲)

سوال : امام صاحب اکثر و بیشتر یوں کرتے ہیں کہ ہر رکعت میں کسی بڑی سورۃ کا آخری رکوع تلاوت کرتے ہیں، انہیں اس سلسلے میں کہا بھی جاتا ہے کہ ایسا کرنا تو اچھا نہیں ہے، مکروہ ہے، وہ کچھ بھی کان نہیں دھرتے ہیں، لہٰذا دریافت کرنا ہے کہ کسی بڑی سورۃ کے اخیر سے اس طرح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب : امام صاحب کا اس طرح کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ لہٰذا امام صاحب کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اس طرح قراءت کرنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کو کسی فتنہ و ہنگامہ کا موضوع نہیں بنانا چاہئے۔ **و ينبغي ان يقرأ في الركعتين من آخر سورة واحدة لا آخر سورتين فانه مكروه عند الاكثر لكن في شرح المنية من الخانية الصحيح انه لا يكره و ينبغي ان يراد بالكراهة المنفية التحريمية فلا ينافي كلام الاكثر ولا قول الشارح "لا بأس".** (شامی ص ۲۳۸، ج ۲، قبیل الامامۃ)

سوال : جماعت شروع ہو چکی ہے، امام قراءت کر رہا ہے، اب ایک آدمی آیا تو کیا وہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا کہے گا؟

جواب : نماز جہری ہو رہی ہو یا سری امام جب قراءت شروع کر چکا ہے تو پھر بعد میں شریک ہونے والے پر ضروری ہے کہ اگر امام کی آواز سننے میں آتی ہے تو دھیان لگا کر سنے ورنہ خاموش رہے۔ اب کچھ بھی نہ پڑھے (نہ ثنا اور نہ قرآن میں سے کچھ) **و اذا ادرك الشارع في الصلوة عند شروعه الامام وهو اي والحال ان الامام يجهر بالقراءة لا يأتي بالثناء بل يستمع و ينصت للآية** (کبیری ص ۲۶۵) **(و يستفتح كل فصل) سواء المقتدي وغيره مالم يبدأ المام بالقراءة** (مراقی) **ولو سرية على المعتمد.** (طحطاوی ص ۲۸۱)

سوال : ظہر کی نماز با جماعت میں ایک آدمی چوتھی رکعت میں شریک ہوا، اس کو ثنا پڑھنا چاہئے یا نہیں، نیز ایسا شخص اپنی بقیہ نماز کس طرح پڑھے گا؟

جواب : ایسا نمازی کہ جس کی شروع کی رکعت چھوٹ گئی ہو شریعت کی اصطلاح میں مسبوق کہلاتا ہے۔ جزء اول کا جواب یہ ہے کہ جب وہ مسبوق اپنی مابقیہ تین رکعتیں پوری کرنے کے لئے یعنی امام کے سلام کے بعد کھڑا ہوگا تو ثنا پڑھے گا، اس لئے کہ وہ اپنی ان مابقیہ رکعتوں کے ادا کرنے کے تعلق سے بحکم منفرد ہے اور دوسرے جزء کا جواب یہ ہے کہ وہ اپنی مابقیہ رکعتوں میں سے پہلی دونوں رکعت میں قراءت کرے گا کیوں کہ یہ دونوں رکعتیں اس کے حق میں شفعۂ اولیٰ ہے، جس میں سورہ فاتحہ پڑھنا اور کوئی دوسری سورت اس کے ساتھ ملانا نمازی کو ضروری ہوتا ہے اور ان تین میں سے ایک رکعت پڑھنے کے بعد اس کے ذمہ قعدہ کرنا ضروری ہوگا کیوں کہ از یں قبل وہ ایک رکعت امام کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہے۔ لہٰذا یہ اس کی دوسری رکعت ہوئی۔ **و حكمه انه يقضى اول صلاة فى حق القراءة و آخرها فى حق القعدة وهو منفرد فيما يقضيه** (طحطاوی علی المراقی، ص۳۰۹)**فصل فيما يفعله المقتدى الخ و كذا فى غنية المستملى** (ص۲۶۵)

سوال : ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، دیکھ رہا ہے کہ امام سجدہ میں جا چکا ہے تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب : ایسے شخص کو چاہئے کہ بحالتِ قیام اللہ اکبر کہے، پھر غور وفکر کر کے دیکھے کہ ثنا پڑھ کر امام کو سجدہ میں پاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر پاسکتا ہے تو ثنا پڑھ کر سجدہ میں چلا جائے اور امام کے ساتھ شامل ہوجائے اور اگر ثنا پڑھنے کی صورت میں امام کو سجدہ میں پانے کی امید نہ ہوتو پھر سیدھے سجدہ میں چلا جائے **ان غلب على ظنه لو اثنى يدركه فى شىء منها و الا يترك الثناء و يسجد للاحراز فضيلة الجماعة فى السجدتين.** (کبیری،ص۲۶۶)

سوال : ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ امام رکوع میں ہے، اب وہ جلدی جلدی میں اللہ اکبر کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوتا ہے مگر اس کی تکبیر رکوع میں جا کر مکمل ہوتی ہے، ایسی صورت میں اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب : مسئلہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ بحالتِ قیام نماز میں کہنا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ اب اگر اس نے رکوع میں یا رکوع سے قریب جا کر تکبیر پوری کی ہے تو اس کی نماز نہیں ہے۔ **و كذا لو ادرك الامام راكعا فقال الله فى حال القيام ولم يفرغ من قوله اكبر الا وهو فى الركوع لا يصح شروعه لان الشرط وقوع التحريمة فى محض القيام.** (کبیری،ص۲۲۸،وص۲۴۴)

سوال : جہری نماز میں امام نے سورۂ فاتحہ سراً پڑھ لی پھر اس کو یاد آیا اب اس نے اس کو دوبارہ جہراً پڑھا تو نماز نہیں ہوئی یا نہیں؟

جواب : صورتِ مذکورہ میں اگر چہ بعد میں اس نے جہراً لوٹا لیا ہے پھر بھی اسے سجدہ سہو کرنا ضروری ہوگا **ولو قرأ الفاتحه مرتبين يجب عليه السهو تاخير السورة. و قراء ة اكثر الفاتحة ثم اعادتها كقرائتها مرتين.** (بحر،ص۱۶۷،ج۲،سجود السہو) ❁......✦......❁

جامعہ کی سرگرمیاں

❖ مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی

استاذ حدیث جامعہ ہٰذا

مجلسِ تعلیمی کی شورائی نشست : جامعہ کی مجلس تعلیمی کی شورائی نشست ہوئی، جس میں امتحانِ سہ ماہی سے متعلق امور پر تبادلۂ خیال ہوا۔ کافی غور وخوض کے بعد امتحان کی تاریخوں کا تعین ہوا، ساتھ ہی ناظمِ امتحان کی نامزدگی بھی ہوئی۔ نظامت کا یہ فریضہ محترم محمد زعیم عابد صاحب استاذ و نائب ناظم تعلیمات جامعہ ہٰذا نے انجام دیا۔ جب کہ مولانا محمد ساجد بستوی کو ان کا نائب مقرر کیا گیا۔ امتحان کے لئے ۲۱ر تا ۲۵ر نومبر ۲۰۱۵ء کی تاریخیں متعین ہوئیں۔

سہ ماہی امتحان کا انعقاد : حسبِ تعیین جامعہ کا سہ ماہی امتحان ۲۱ر تا ۲۵ر نومبر منعقد ہوا، جس میں عربی اوّل تا دورۂ حدیث شریف کے طلبہ نے پوری تیاری کے ساتھ حصہ لیا۔ درجۂ حفظ، تکمیلِ ادب عربی اور تکمیلِ افتاء کے طلبہ نے بھی پورے تیقظ کے ساتھ امتحان دیا۔ امتحان کے لئے دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم وقف سمیت متعدد مدارس کے ممتاز مدرسین کو مدعو کیا گیا، جنہوں نے طلبہ کی تیاریوں کا باریک بینی سے جائزہ لیا۔ بعد ازاں ممتحنین حضرات نے اپنے گراں قدر تاثرات اور مفید آراء سے نوازا۔ نتائج جلد ہی برآمد ہوں گے۔ عیاں رہے کہ تحریری اور تقریری ہر دو امتحان بیرونی ممتحنین کے ذریعے انجام پاتے ہیں۔

دارالحدیث کی تعمیر سرگرمی کے ساتھ جاری : درس گاہوں، دفاتر اور دارالحدیث پر مشتمل جامعہ کی عظیم الشان عمارت ''انور ہال'' کی تعمیری سرگرمیاں جاری ہیں۔ وسیع وعریض اور دراز قامت عمارت کے کئی حصے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ تاہم ہنوز کافی کام باقی ہے۔ تحتانی منزل کے فرش پر پتھر کی تنصیب کے بعد اس کی گھسائی اور چکنائی کا عمل بھی مکمل ہو چکا ہے۔ مغربی زینے پر سنگ مرمر سے سالِ گذشتہ ہی فراغت ہو چکی تھی، اب الحمد للہ مشرقی زینوں پر بھی سنگ مرمر کی تنصیب قریب بہ تکمیل ہے۔ ان کے ساتھ ہی عمارت کے اطراف وجوانب انور ہال کے ملحقہ حصے میں بھی پتھر لگائے جائیں گے، جن کی شروعات ہو چکی ہے۔

''بزمِ رفتگاں'' کی حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم کے ہاتھوں رسم اجراء : نوجوان صاحبِ قلم مولانا مفتی محمد ساجد کھجناوری استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کی تازہ

ترین تصنیف ''بزمِ رفتگاں'' کی رسم اجراء حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کے دست اقدس سے ہوئی۔ اس موقع پر آپ نے مصنف کی قلمی کاوشوں کی پذیرائی کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا محمد ساجد صاحب قلم سے اپنا رشتہ استوار رکھ کر بہت مفید کام کررہے ہیں۔ خاکہ نویسی پر انہیں دسترس حاصل ہے، وہ بہت اچھے قلم کار اور شاندار اسلوبِ نگارش کے مالک ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بڑوں کی خدمات کو اجاگر کرنا اور انہیں نسلِ نو تک پہنچانا ہر اہل قلم کی ذمہ داری ہے، کیوں کہ اسلاف کے روشن کارنامے ہی بعد والوں کو کچھ کرگزرنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ مصنف موصوف نے شخصیات پر لکھے گئے اپنے مضامین کو خوبصورت ترتیب سے پیش کیا ہے۔

احقر فضیل احمد ناصری کی جامعہ ھدایت میں حاضری : مولانا محمد شمشاد ندوی زید مجدہم کی دعوت پر جامعہ ہدایت جے پور (راجستھان) میں احقر فضیل احمد ناصری القاسمی کی حاضری ہوئی، جامعہ ہدایت صوبۂ راجستھان کا سب سے بڑا ادارہ ہے، جہاں علوم عربیہ کے ساتھ علوم عصریہ کی بھی تعلیم کا معقول ترین انتظام ہے، یہاں کے فضلاء بانی مرحوم مولانا عبدالرحیم مجددیؒ کی طرف منسوب ہوکر ''رحیمی'' لکھتے ہیں۔ احقر نے جامعہ کا بغور معائنہ کیا۔ آلاتِ حرب، مواصلات اور دیگر صنعتوں کی تعلیم بہت بصیرت کے ساتھ دی جاتی ہے، طلبہ مجرد پڑھائی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ باقاعدہ عملی مشق بھی کرتے ہیں۔ عملی تمرینات کے لئے بڑی بڑی مشینیں اور آلات نصب کئے گئے ہیں۔ ادارے کی عمر ابھی چالیس سال بھی نہیں ہے مگر اس کی شہرت اور طلبہ کا رجوع لائقِ رشک ہے۔ احقر خوشگوار یادوں کے ساتھ وہاں سے واپس ہوا۔

دارالعلوم وقف دیوبند کی مجلس مشاورت میں حضرت دامت برکاتہم کی شرکت : پچھلے ماہ (اکتوبر) کے اواخر میں دارالعلوم وقف دیوبند کی مجلس مشاورت منعقد ہوئی، جس میں ہندوستان بھر کی اہم ترین شخصیات نے شرکت کی۔ مشاورت کی اس مجلس میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری دامت برکاتہم بھی شریک رہے اور اس کی منعقدہ میٹنگ کی نظامت فرمائی۔

کتب خانہ کی ترتیبِ نو مکمل : کتابوں کی تعداد کے لحاظ سے جامعہ کی موجودہ لائبریری ناکافی تھی، جس کے مدنظر اس کی توسیع گذشتہ ماہ کردی گئی تھی۔ اس توسیع سے الحمدللہ یہ مشکل کسی حد تک مکمل ہوگئی ہے، تاہم مزید توسیع ناگزیر ہے۔ حالیہ توسیع سے فراغت کے بعد کتابوں کی ترتیب نو بھی ضروری تھی، جو بفضلہٖ تعالیٰ پوری ہوچکی ہے۔ ترتیب جدید کے بعد مطلوبہ کتابوں کی تلاش مزید آسان ہوگئی ہے۔ الحمدللہ جامعہ کی لائبریری میں تقریباً تمام علوم وفنون پر ضروری کتب دستیاب ہیں۔

بہار الیکشن کے نتائج پر حضرت دامت برکاتہم کا اظہارِ مسرت : گذشتہ ماہ ۸؍نومبر کو بہار کے اسمبلی انتخابات کے نتائج برآمد ہوئے، جن کے مطابق جنتا دل یونائٹیڈ، راشٹریہ جنتا

دل اور کانگریس کے عظیم اتحاد کو بڑی کامیابی ملی، جب کہ بی جے پی کی قیادت والی این ڈی اے کو زبردست ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک کے سیکولر طبقہ کے لئے یہ ایک اچھی خبر تھی۔ اس سلسلے میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہٗ نے ان نتائج پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ بہار میں این ڈی اے کی شکست فرقہ پرستی کی ہار ہے۔ اس سے بھاجپا کو سبق لینا چاہئے کہ ملک عدم رواداری سے نہیں چلے گا۔ ملک کی معیشت مضبوط کرنے کے لئے فرقہ وارنہ ہم آہنگی کو اپنا آئیڈیل بنانا ہی پڑے گا، کیوں کہ ہمارا ملک کثرت میں وحدت کا علم بردار رہا ہے۔ اگر آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ملکی اتحاد کو تاخت و تاراج کرنے کی کوشش کی گئی تو ملک ٹوٹ جائے گا۔ آپ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ فرقہ پرستی کے سیلاب بلا کو روکنے کیلئے سیکولر پارٹیوں کو ایسا ہی اتحاد دکھانا پڑے گا۔

واردین و صادرین : گودھرا، گجرات کی اہم شخصیات پر مشتمل ایک وفد حضرت مولانا محترم مفتی ابراہیم آچودھی کی قیادت میں جامعہ میں تشریف فرما ہوا۔ مفتی صاحب دارالعلوم کے قدیم فاضل اور گودھرا کی معروف شخصیت ہیں۔ دیوبند میں اپنے استاذ گرامی قدر حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی و دیگر علماء سے ملاقات، مادرِ علمی کی زیارت، اکابرؒ کے مزارات پر حاضری، نیز جامعہ امام انور شاہ میں تشریف آوری اور اپنے محبوب استاذ حضرت شاہ صاحبؒ کے دولت کدہ پر حاضری آمد کے اہم مقاصد تھے۔ جامعہ کے نظامِ تعلیم وتربیت پر مسرت اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ ازاں بعد حضرت رئیس الجامعہ کی رہائش گاہ پر طعام تناول فرما کر دعائیں دیں۔ وفد میں جناب ڈاکٹر وسیم صاحب اور محترم جناب شعیب صاحب و دیگر حضرات بطور خاص شریک تھے۔

❀……✦……❀

نقد ونظر

❖ **مبصر**: مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی

نام کتاب : درس ترمذی	افادات : حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ
ترتیب جدید : مولانا فصاحت حسین قاسمی	مرتب : مولانا رشید اشرف سیفی
صفحات : ۴۵۵	ناشر: مکتبہ الاتحاد، دیوبند

امام ابوعیسیٰ ترمذی کا علمی مقام نمایاں ترین ہے، ان کی عبقریت وعظمت پر تبصرہ کرنا تقریباً تحصیلِ حاصل ہے، ان کی مرتبہ کردہ ''جامع'' رتبہ اور پوزیشن کے اعتبار سے اگر چہ بخاری اور مسلم کے ٹکر کی نہیں تاہم اہتمام شان اور درخورِ اعتناء ہونے کی جہت سے صحیحین سے اس کا مقام بلاشبہ بڑھا ہوا ہے۔ سنن ترمذی اپنی جامعیت، مختلف علوم حدیث کی تفہیم وتطبیق اہم مسائل میں اختلاف ائمہ اور مذاہب کی وضاحت کے سلسلے میں لافانی ولاثانی ہے۔ اس کے غیر معمولی علوِ شان اور ہمہ گیر صفات کی بنا پر ماہر اساتذہ اس کی تدریس پر اپنا خونِ جگر صرف کرتے رہے ہیں۔ بعضوں نے تدریس کے ساتھ اس کی شرح بھی لکھی، جب کہ بعض اساتذۂ فن کی درسی افادات کو قلم بند کرلیا گیا اور وہ شرح کی صورت میں تسکینِ قلب ونظر کا سامان ٹھہرے، انہیں میں سے درسی افادات کا ایک اہم مجموعہ ''درسِ ترمذی'' کے نام سے کئی دہائی پیشتر منظرِ عام پر آیا۔ یہ عالمی شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کے درسی افادات کا مجموعہ ہے۔ اب تو متعدد اساتذہ کی شروح ترمذی آچکی ہیں، لیکن ایک وقت وہ بھی تھا کہ حل ترمذی کے لئے اردو زبان میں بس یہی ایک مجموعہ شائع وذائع تھا، جو پانچ جلدوں پر مشتمل تھا۔

درسی افادات اور تصنیف میں بڑا فرق ہے۔ اسباق ودروس میں عبارات سے متعلق تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں ہوتا، مدرس ضروری باتیں کہہ کر آگے گزر جاتا ہے۔ تکمیلِ نصاب کا احساس اس کی اجازت نہیں دیتا، نیز بہت زیادہ تفصیل گرانی طبع کا سبب بھی بنتی ہے۔ اس کے علی الرغم تصنیف کو ہشت پہلو اوصاف کا حامل بنایا جاسکتا ہے اور بنایا بھی جاتا ہے۔ درسی افادات پر مشتمل ہونے کی بنا پر ''درسِ ترمذی'' میں تصنیف کا رنگ پایا نہیں جاتا، تاہم جتنا کچھ ہے وہ اہل علم وارباب فن کے لئے ''خاصے'' کی چیز ہے۔

''درسِ ترمذی'' جس قد وقامت کی کتاب ہے، ضروری تھا کہ اسے باقاعدہ تصنیف کا رنگ دیدیا جائے۔ اس کے لئے بعض گوشوں پر کام کی ضرورت تھی، جو صبر آزما بھی تھا اور وقت طلب بھی، مگر اللہ کے کسی بندے کو اٹھنا تھا، سو وہ اٹھا اور پوری اولوالعزمی کے ساتھ کھڑا ہوا۔ یہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے استاذ مولانا فصاحت حسین قاسمی تھے انہوں نے اس نازک اور تلوار کی دھار پر چلنے کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ مولانا نے ترمذی شریف کا متن صحیح اعراب کے ساتھ لکھا، ابواب اور احادیث کو نمبروار درج کیا، ترجمہ کا عنوان لگا کر متن کا اردو ترجمہ کیا، روایت حدیث کا عنوان دے کر احادیث ترمذی کے تمام راویوں کا بالاستیعاب جامع تعارف لکھا، تحقیق وتشریح کے ذیل میں صاحبِ افادات کی بیان کردہ لغوی تشریح اور فنی تحقیق پیش کی، تقریر کا تعلق اگر فقہی مسئلہ سے تھا تو ''فقہ الحدیث'' کا عنوان لگا کر تقریر نقل کی گئی۔ ان کے علاوہ کئی اور مفید کام کئے جن سے درسِ ترمذی کی اہمیت کئی چند ہوگئی ہے۔ یہ کاوش بلاشبہ قابلِ تحسین ہے۔ اربابِ علم اہل فن اور مشتاقانِ علوم حدیث اس پیش کش سے بہت محفوظ ہوں گے اور مرتب موصوف کو دل سے دعاء دیں گے۔

بندہ کے سامنے کتاب کی ابتدائی جلد ہے، مگر سرورق پر ''جلد اول'' کا لفظ کہیں سے کہیں تک نہیں، جس سے عام طلبہ کو پریشانی ہوسکتی ہے۔ کتاب بڑے سائز پر اور خوبصورت کمپوزنگ کے ساتھ چھپی ہے۔ کالی جلد پر سنہری چھپائی بڑی دیدہ زیب لگ رہی ہے۔ یہ کام اہل ذوق کا ہی ہوسکتا ہے اور مکتبہ الاتحاد دیوبند کتاب وطباعت میں اپنی خوش ذوقی کا ثبوت جس طرح دیتا رہا ہے، یہ کتاب اسی کی آئینہ دار ہے۔ ادارہ ''محدث عصر'' مرتب ثانی موصوف کو مبارک باد پیش کرتا ہے کہ انہوں نے اہل علم کی خدمت میں نایاب تحفہ پیش کیا۔ اس دعاء کے ساتھ کہ درسِ ترمذی کی بقیہ جلدیں بھی اسی شان واذعان کے ساتھ پیش کی جائیں گی۔

❀……✦……❀

ہوا کے دوش پر

❖ رضوان سلمانی، دیو بند

دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث اور تنظیم علماء ہند کے قومی صدر مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی نے اپنے بیان میں کہا کہ جب سے بی جے پی کی حکومت ملک میں برسر اقتدار آئی ہے اس وقت سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جم کر بیان بازی کی جارہی ہے اور ان کے جذبات کو مجروح کیا جارہا ہے۔ اب تو حد یہ ہے کہ بڑے عہدوں پر بیٹھے ہوئے گورنر تک زہرافشانی کررہے ہیں۔ گزشتہ دنوں آسام کے گورنر بی پی اچاریہ نے اپنے بیان میں مسلمانوں کو پاکستان جانے کی بات کہی تھی۔ شاید گورنر کو علم نہیں ہے کہ اس ملک کو آزاد کرانے میں ہمارے اکابرین نے خاص کر علماء نے جو قربانیاں پیش کی ہیں انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آئینی کرسی پر بیٹھے گورنر کو اس قسم کی باتیں زیب نہیں دیتی ہیں ، آئین کا کھلا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ اب لگ رہا کہ جب سے ملک میں بی جے پی کی حکومت برسر اقتدار آئی ہے قانون نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے اور جہاں فسطائی طاقتیں ملک کو تقسیم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں وہیں گورنر جیسے عہدے پر بیٹھے لوگ بھی ملک کو فرقہ واریت کی طرف لے جانے کی کوشش کررہے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ کبھی پہلے نہیں ہوا، جب گورنر کرسی پر بیٹھ جاتا ہے خواہ وہ کسی بھی پارٹی سے تعلق رکھتا ہو لیکن جب وہ اس آئینی عہدے کا حلف لیتا ہے تو اسے غیر جانب داری سے کام لینا پڑتا ہے اور حکومت اگر کوئی قانون کے خلاف عمل کرتی ہے تو گورنر کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اس سے پوچھ تاچھ کرے اور حکومت کو آئین پر عمل درآمد کرنے کی ذمہ داری بھی گورنر کی ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آسام کے گورنر نے اپنے عہدے کی تمام روایات کو توڑتے ہوئے ایسی بات کہی ہے جو سراسر ہندوستان کی آئین کے خلاف ہے۔ گورنر آسام کا یہ کہنا کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لئے ہے اور یہاں کے مسلمان پاکستان جانے کے لئے آزاد ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گورنر نے آر ایس ایس اور بی جے پی کی اپنی پرانی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے ان کے نظریئے کو آگے بڑھانے کا کام کیا ہے۔ مولانا احمد خضر شاہ نے کہا کہ ملک سیکولرازم پر قائم ہوا تھا اور آج بھی ملک کے اندر سیکولرازم ہی زندہ ہے جس کا ثبوت گزشتہ دنوں بہار میں ہوئے انتخابات میں وہاں کے عوام نے دکھا بھی دیا ہے کہ فسطائی طاقتوں کو متحد ہو کر شکست فاش دی ہے مگر یہ لوگ اب بھی وہاں سے سبق نہیں لے رہے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف مسلسل بیان بازی کررہے ہیں۔

❀......✦......❀